بسم اللّٰہ الرحمن ا لرحیم

مسئلہ بدعت میں وھابیہ کی چوٹی کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت مرویہ محدث دارمی پر بطریق فقھاء و محدثین مکمل کلام مع مالہ وما علیہ

الموسوم بہ: تھلیك آل نجد حول تحقیق روایة نسبوھا الیٰ حضرة "ابن ام عبد"

المعروف بہ

تحقیق روایت دارمی

از قلم

شیخ الحدیث محقق وقت مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی

صدر مدرس و مہتمم جامع غوث اعظم و جامع سعیدیہ رحیم یارخان

باا ہتمام

اویس رضا لائبریری

لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۰ حیدر آباد

خصوصی تعاون برائے اشاعت: الحاج چوہدری محمد اسد

ناشر: دارلاویس

حیدرآباد۔ سندھ

Mobile **0334-2611558**

عرض ناشر

مولوی سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی علیہ ماعلیہ نے اپنی کتاب ''راہِ سنت'' میں معمولاتِ اہل سنت و جماعت کو بالخصوص نشانہ بنایا اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے جملہ معمولات قرآن وسنت سے صراحتاً متصادم ہیں اور معاذ اللہ مسلمانوں کے ہندوستان میں ہنود کے ساتھ اختلاط (میل جول) کی وجہ سے بدعات ضلالہ ہیں۔ سرفراز گکھڑوی نے پورا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ اہل سنّت و جماعت المعروف بریلوی حضرات کا دین ساڑھے چودہ سو سال پرانا نہیں بلکہ ہندوستانی ایجاد کردہ ہے۔ مگر اللہ بھلا کرے شیخ الحدیث محقق عصر عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب زِیدَ مجدہ کا جنہوں نے ہمیشہ باطل کی سرکوبی کے لئے میدان قلم وقرطاس میں اپنا کردار بخوبی سرانجام دیا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ درجنوں کتب کے مصنف ہیں ان کے کئی علمی و تحقیقی مضامین مُنصّۂ شُہود پر آچکے ہیں اور یہ بات متحقق ہے کہ قبلہ مفتی صاحب جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے ہیں تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

کما لا یخفٰی علیٰ قارئینھم (جیسا کہ ان کے قارئین پر پوشیدہ نہیں ہے)

مولوی سرفراز گکھڑوی علیہ ماعلیہ کی کتاب راہ سنت کا بالاستیعاب جواب اپنی کتاب مصباحِ سنّت میں دیا ہے جس کے چار حصے منظر عام پر آچکے ہیں زیرِ نظر کتاب روایت ابنِ مسعود بامتعلق ذکر بالجہر کا تحقیقی جائزہ ہے۔

اللہ جل وعلا کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ کریم مفتی صاحب کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور ان کو درازی عمر بخیر و عافیت عطا فرمائے۔ جمیع اہل سنت و جماعت کو ان کی تحریرات سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محمد ظفر رضوی

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اہل سنت و جماعت کا اپنے کئی معمولات کی ہیئات کذائیہ اور صور مخصوصہ کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ وہ بدعت شرعیہ نہیں ہیں کیوں کہ ان کی اصل، دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور اصل کے ثابت ہونے کے بعد جدید شکل کے جواز پر شرعاً کچھ زد نہیں پڑتی۔ بناء علیہ دعا بعد نماز جنازہ اور ایصال ثواب (ختم و درود) نیز میلاد شریف کی مروجہ صورتیں بدعت شرعیہ مذمومہ ہرگز نہیں ہیں بلکہ جائز، درست اور مستحب ہیں لیکن وہابیہ (بجمیع الانواع) کسی امر کے ثابت ہونے کے باوجود اس کی مخصوص کیفیت اور ہیئت کذائیہ (یعنی جدید شکل) کو بدعت مذمومہ اور ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہابیہ بالخصوص مولوی گکھڑوی نے ایک دلیل یہ دی ہے جو بہ ظاہر بہت پریشان کن بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی معتمد صحابی اور خلفاء اربعہ کے بعد سب سے بڑے عالم تھے) ان کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گزر مسجد میں ذاکرین کی ایک جماعت پر ہوا جس میں ایک شخص کہتا تھا سو ۱۰۰ مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے پھر وہ کہتا سو ۱۰۰ بار ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھو تو وہ سو بار تہلیل پڑھتے۔ پھر وہ کہتا سو ۱۰۰ دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سنگریزوں پر سو دفعہ تسبیح پڑھتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے فرمایا تم ان سنگریزوں اور کنکریوں پر کیا پڑھتے تھے۔ وہ کہنے لگے ہم تکبیر وتہلیل وتسبیح پڑھتے رہیں ہیں آپ نے فرمایا'' فقال فعدوا من سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیئی و یحکم یا امۃ محمد ﷺ ما اسرع ھلکتکم ھئلاء صحابۃ نبیکم متوافرون و ھذا ثیابہ لم تبل و اٰنیتہ لم تکسر'' (الیٰ ان قال) او مفتحی باب ضلالۃ۔ تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا تعجب ہے تم پر اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو ابھی تک حضرات صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں، اور ابھی تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (آگے فرمایا) اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو (مسند دارمی ص ۳۸ قلت بسند صحیح) اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت ص ۲۳)

اس روایت سے وہابیہ کے مئوقف کی واضح تائید ہوتی ہے۔ تسلی بخش جواب درکار ہے۔ بینوا توجروا۔

منجانب: محمد علی حنفی

محمد رضاء الحسنی

محمد ظفر رضوی

(حیدرآباد سٹی۔صوبہ سندھ۔پاکستان)

الجواب و باللہ توفیق التسدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم وعلی اٰلہ و صحبہٖ وتبعہٖ و علینامعھم اجمعین

روایت ہذا واقعی وہابیہ کی مایہ ناز اور چوٹی کی سمجھی جانے والی دلیل ہے جس پر وہ بہت نازاں اور فرحاں ہیں جبکہ حقیقت میں وہ تارِعنکبوت (مکڑی کے جالے) سے بھی زیادہ کمزور ہے جو روایت اور درایت کسی کے اصول سے بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔اور نہ ہی اسے ان کے دعویٰ سے کچھ مطابقت ہے بلکہ کئی طرح سے خود ان کے خلاف ہے۔فقیر اس کا مکمل اور مفصل مع لہ وما علیہ رد ''مصباح سنت'' بہ جواب ''راہ سنت'' حصہ پنجم میں کر چکا ہے،اس لئے الگ سے لکھنے کے بجائے اسی کو من وعن نقل کردینا ہی کافی ہے جو پیشِ خدمت ہے۔چنانچہ فقیر نے اس کے جواب میں لکھا تھا۔

گکھڑوی نے یہ روایت پوری نقل نہیں کی بلکہ ادھوری پیش کی ہے جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے بھی خوب ظاہر ہے کہ ''روایت کا خلاصہ یہ ہے'' نیز آخر میں کہا'' آگے فرمایا''۔پھر خلاصہ بھی انہوں نے اپنے حسب پسند لکھا ہے جس سے باآسانی ان کی مطلب برآرائی ہو سکے۔اس لئے ضروری ہے سب سے پہلے ہم مکمل روایت کو اپنے قارئین کے سامنے رکھیں تاکہ اس کے مباحث نیز مدعا کو کماحقہ سمجھنے میں کچھ دقت نہ ہو،نیز گکھڑوی نے اس کی وقعت بڑھانے کی غرض سے کچھ الفاظ کا ازخود اضافہ بھی کیا ہے چنانچہ دارمی کا نشان صفحہ دینے کے بعد متّصلاً انہوں نے لکھا ہے'' قلت بسند صحیح''یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ہذا ''بسند صحیح'' ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ شاید خود علامہ دارمی کا قول ہے جو قطعاً خلاف واقعہ ہے کیوں کہ دارمی نے اس پر یہ حکم ہرگز نہیں لگایا جس سے گکھڑوی کی چستیٔ فن کی نشاندہی ہوتی ہے تو لیجئے مکمل روایت حسن ذیل ہے:۔

مکمل روایت دارمی

۲۰۴۔ اخبرنا الحکم بن المبارك، انا عمر بن یحیی، قال :سمعت أبیی یحدث عن ابیه، قال :

کنا نجلس علی باب عبدالله بن مسعود قبل صلاۃ الغداۃ،فاذا خرج مشینا معه الی المسجد فجاء نا ابو موسی الاشعریی فقال:اخرج الیکم ابو عبد الرحمن بعد ؟قلنا :لا، فجلس معنا حتی خرج ،فلما خرج قمنا الیه جمیعافقال له ابو موسی:یا ابا عبدالرحمن، انیی ر أیت فی المسجد اٰ فا امرا ً انکرته ولم ار والحمدللّٰه ، الا خیر اً قال :فما هو ؟ فقال :ان عشت فستراہ ۔ قال :رأیت فی المسجد

قوماحلقا جلوسا ينتظرون الصلاة فی كل حلقة رجل و فی ايديهم حصا فيقول: كبّروامائة، فيكبّرون مائة، فيقول: هلّلوامائة، فيهللون مائة ، و يقول :سبّحوامائة ، فيسبّحون مائة۔

قال :فما ذا قلت لهم؟قال :ما قلت لهم شيئاًانتظار ر أيك أو انتظار امرك۔ قال :أفلا أمرتهم أن يعدّواسيّئاتهم، و ضمنت لهم أن لا يضيع من حسناتهم، ثم مضی و مضينامعه حتیّٰ أ تی حلقة من تلك الحلق، فوقف عليهم فقال:ما هٰذاالذی اراكم تصنعون ؟ قالوا:يا ابا عبدالله حصا نعدّبه التكبيروالتهليل والتسبيح۔

قال ـ:فعدّو سيّئا تكم، فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شئی، و يحكم ياأ مةمحمد ﷺما أسرع هلكتكم هٰئو لاء صحابةنبيّكم متوافرون و هذٰ ہ ثيابه لم تُبل، و اٰنيته لم تكسر،والذی نفسيی بيده انكم لعلی ملة هيی أ هدی من ملة محمد؟او مفتتحوا باب ضلالة؟ قالوا:والله يا ابا عبدالرحمن، ما اردنا االاّ الخير؟ قال :وكم من مريد للخير لن يصيبه، أن رسول الله حدثنا:ان قوماً يقرئوون القرآن لا يجاوزتراقيهم، و ايم الله ما أدريی لعل اكثر هم منكم، ثم تولّٰی عنهم،فقال عمرو بن سلمة :ر أ يناعامةأولئٰك الحلق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج۔

یعنی محدّث دارمی نے کہا ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی اس نے کہا ہمیں عمرو بن یحیٰی نے بتایا اس نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد (عمرو بن سلمہ) کے حوالہ بیان کررہے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز فجر سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود کے دردولت پر بیٹھ جاتے تھے پس جب وہ باہر تشریف لاتے تو ہم آپ کی ہمراہی میں مسجد کو جاتے تھے۔ ایک بار (ہم بیٹھے تھے کہ) ہمارے پاس حضرت ابو موسیٰ اشعری تشریف لائے تو آپ نے ہم سے کہا: کیا ابو عبدالرحمٰن (حضرت ابن مسعود) میرے جانے کے بعد تمہارے ہاں گھر سے تشریف لائے تھے؟ ہم نے کہا: نہیں پس آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوگئے یہاں تک حضرت ابن مسعود باہر تشریف لائے پس آپ کی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہوکر استقبال کیا۔حضرت ابوموسٰی نے جھٹ سے،آپ سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک نیا کام دیکھا ہے جو میری رائے میں الحمدللہ بہت ہی اچھا کام ہے آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ عرض کی آپ تشریف لے جاکر اسے بہ چشمِ سرخود بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے بیٹھے دیکھا ہے جو اگلی نماز کے انتظار میں ہیں۔ ہر حلقہ پر ایک ایک شخص نگران کے طور پر ہے اور شرکاء کے ہاتھوں میں شماروں کے کنکر ہیں۔ حلقہ کا نگراں انہیں ہدایت کرتے ہوئے کہتا ہے: سو بار اللہ اکبر پڑھو تو وہ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے: سو بار کلمہ طیبہ پڑھو تو وہ سو بار کلمہ

طیبہ پڑھتے ہیں۔ نیز کہتا ہے کہ سو بار سبحان اللہ پڑھو پس وہ سو بار سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا! جناب نے ان سے کیا کہا؟ عرض کی میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے یا کہا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ بھی نہ کہا۔ فرمایا: آپ نے انہیں یوں کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنی خطاؤں کو شمار کریں اور آپ نے انہیں اس کی ضمانت کیوں نہ دی کہ ان کی نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہیں ہوگا۔ پھر آپ روانہ ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے یہاں تک کے آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس کھڑے ہوئے پس ان سے فرمایا: یہ جو میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں، کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اے ابو عبداللہ! یہ شماروں کے کنکر ہیں جن پر ہم تکبیر، تہلیل اور تسبیح کی گنتی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی برائیاں شمار کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔ اُف اے حضور کی اُمّت! تم جلد ہی ہلاکت میں پڑ گئے ہو یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ ہیں جو کثرت سے موجود ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے کپڑے ہیں جو بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ہیں جو ٹوٹے نہیں ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم ایسے دین کو اختیار کر رہے ہو جو تمہارے خیال میں حضور کے دین سے بڑھ کر ہدایت والا ہے یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔

انہوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! قسم بخدا ہم نے تو اس سے نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔ فرمایا: بہت سے لوگ نیکی کی نیت سے کام کرتے ہیں مگر وہ نیکی کو پا نہیں سکتے۔ رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور مجھے اللہ کی قسم اس ارشاد کی رو سے لگتا ہے کہ ان کی اکثریت تمہیں سے ہوگی۔ یہ کہ کر آپ ان سے واپس ہو گئے۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جنگ نہروان میں وہ حلقے والے، خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے مقابلہ میں لڑ رہے تھے۔ ملاحظہ ہو ﴿سنن دارمی ج ۱، ص ۷۹، ۸۰، باب ۲۳، فی کراھیۃ اخذ الرأی حدیث ۲۰۴، طبع دار الکتب العربی بیروت مطبوعہ ۱۴۱۷ھ، مطابق ۱۹۹۷ء﴾

یہ روایت بھی کسی طرح سے لائق احتجاج نہیں بناء بریں وہ گکھڑوی کو کچھ مفید ہے نہ ہمیں کچھ مضر نہیں جس کی تفصیل میں متعدد جوابات ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔ فا قول باللہ التوفیق وبیدہ اتمۃ التحقیق

جواب اول ﴿سنداً ومتناً / روایۃً ودرایۃً صحیح ثابت نہیں﴾

کسی روایت کے لائق احتجاج ہونے نہ ہونے کو سمجھنے کے لئے اس کی سند و متن کو روایت و درایت کے اصولوں کے معیار پر جانچ پرکھ کی جاتی ہے۔ روایت ہذا دونوں کی رو سے قطعاً نا قابل احتجاج اور بالکل ساقط الاعتبار ہے۔

بالفاظ دیگر سنداً ومتناً، روایۃً ودرایۃً کسی طرح سے صحیح ثابت نہیں ہے تفصیل حسب ذیل ہے

جزء الف:

سند پر کلام :۔ چنانچہ گکھڑوی کی محولہ کتاب دارمی میں روایت ہذا کی سند اس طرح ہے۔

"اخبرنا الحکم بن المبارك انا عمر بن یحیٰی قال سمعت ابی یحدث عن ابیه قال "یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی محدّث سمرقندی ﴿متوفّٰی ۲۵۵ھ﴾ نے کہا: ہمیں حکم بن مبارک نے خبردی۔ اس نے کہا کہ ہمیں عمر بن یحیٰی نے بتایا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد (جد عمر بن یحیٰی) کے حوالہ سے بیان کررہے تھے کہ انہوں نے فرمایا ﴿آگے پیش نظر روایت کا متن ہے﴾

ملاحظہ ہو ﴿سنن دارمی ج ۱ ص ۷۹، ۸۰، باب ۲۳، فی کراھیۃ اخذ الرأی حدیث ۲۰۴، طبع دار الکتب العربی بیروت مطبوعہ، مطابق ۱۹۹۷ء، ۱۴۱۷ھ ﴾

وضاحت : ہمارے پیش نظر سنن الدارمی کے نسخوں میں "عمر بن یحیٰی" ہی لکھا ہے جو فقیر کے حسبِ دانست کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح عمرو بن یحیٰی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ روایت ہذا کے آخر میں راوی مذکور کے دادا کا نام "عمرو بن سلمۃ" مذکور ہے جو روایت ھذا کے مرکزی راوی ہیں۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے: فقال "عمرو بن سلمة" جب کہ ہمارے پیش نظر کتب رجال میں سے کسی کتاب میں بھی عمر بن یحیٰی نام کا ایسا راوی نہیں ہے کہ جس کے دادا کا نام "عمرو بن سلمۃ" ہو اور اس سے حکم بن مبارک کا سلسلۂ تلمذ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الکمال میں حکم مذکور کے اساتذہ میں عمرو بن یحیٰی ہی ہے۔ پورا نسب یوں لکھا ہے:

"عمر و بن یحیٰی بن عمرو بن سلمه بن الحارث الکوفی"۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب الکمال ج ۳، ص ۵۶، ۵۷ راوی ۱۴۴۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

پس اس تفصیل کی روشنی میں سند دارمی میں "سمعت ابی" میں "ابی" کے الفاظ کا مصداق "یحیٰی" ہے اور "عن ابیه" میں "ابیه" سے مراد عمرو بن سلمہ ہیں جو اس سند کی رو سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے (تابعی) ہیں اور پیش نظر روایت کے مرکزی راوی۔

اب پڑھیے ائمہ شان کی زبانی سند ہذا پر کلام:۔

حکم بن مبارک : روایت ہذا کا پہلا راوی "حکم بن مبارک" ہے اس کے متعلق محدث ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ ان راویوں میں سے ہے جو حدیثوں کے چور تھے چنانچہ موصوف نے "احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب ابو عبداللہ ابن

اخی ابن وہب'' کے ترجمہ میں اس کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:''**و سرقه منه جماعةمنهم (الیٰ ان قال) والحکم بن المبارك**'' یعنی روایت اسی (احمد بن عبدالرحمٰن) کی ہے جسے اس سے ایک گروپ نے چرالیا ہے جس کا ایک رکن حکم بن مبارک ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الکامل فی الضعفاء الرجال ج ۱،ص ۳۰۴ راوی ۲۲ لا بن عدی متوفّٰی ۳۶۵ھ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت﴾

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:''**وعده ابن عدی فی ترجمة احمد بن عبدالرحمن الوهبی فیمن یسرق الحدیث**'' یعنی محدث ابن عدی نے اسے احمد بن عبدالرحمٰن الوہبی کے حالات کے بیان کے ضمن میں حدیث کے چوروں میں شمار کیا ہے

﴿تہذیب التہذیب ج۲ص ۳۷۷،راوی ۶۳ ۷طبع ملتان﴾

اسی طرح علامہ شمس الدین ذہبی نے بھی لکھا ہے **حیث قال ''اما ابن عدی فانه لوح فی ترجمة احمد بن عبدالرحمن الوهبی بانه ممن یسرق الحدیث'' الخ**

﴿میزان الاعتدال ج ا ص ۵۷۹ راوی ۲۱۹۶ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل﴾

ابن عدی حدیث چوری کا حکم بیان کرتے ہوئے مختلف اسلاف کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔ ''**سرقة صحف العلم مثل سرقة الدنا نیر والدراهم**'' نیز ''**سرقة العلم اشدمن سرقة الحال**'' یعنی علم اور کتب علم کا چرانا روپے پیسوں اور مال کے چرانے کے جیسا جرم ہے بلکہ اس کا حکم کئی گناہ سخت ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الکامل ج ا ص ۲۵۹ طبع مذکور﴾

عمرو بن یحییٰ: اس کا دوسرا راوی ''عمرو بن یحییٰ'' ہے جس کے بارے میں محدث ابن عدی امام یحییٰ بن معین کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا''**لیس بشئی**''یعنی فن حدیث میں کچھ بھی نہیں۔'' **یعنی لم یکن یرضی**'' یعنی امام موصوف اس پر راضی نہ تھے۔ابن عدی کہتے ہیں:''**و عمرو هٰذا لیس له کثیر روایةولم یحضر نی له شئی فأذکره**'' یعنی اس راوی کی اتنی زیادہ روایتیں نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی اس کی روایات سے مجھے کوئی یاد ہے کہ میں اسے بیان کروں۔

﴿الکامل ج ۶ ص ۲۱۵ راوی ۱۲۸۷،طبع بیروت﴾

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:''**قال یحییٰ لیس حدیثه بشئی وقال مرة لم یکن یرضی**'' یعنی اس کی

روایت کسی کام کی نہیں نیز یہ کہ یہ پسندیدہ شخص نہیں۔

﴿کتاب الضعفاء والمتروکین ج۲ص۲۲۳ راوی ۲۶۰۱ طبع مکۃ المکرّمہ﴾

علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں: ''قال یحییٰ بن معین لیس حدیثه بشئی قد رائیته'' یعنی ابن معین نے فرمایا یہ شخص میرا دیکھا ہوا ہے اس کی روایت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ذہبی فرماتے ہیں: ''و ذکره ابن عدی مختصراً'' یعنی ابن عدی نے امام موصوف کا یہ قول مختصراً ذکر کیا ہے پورے الفاظ نہیں لکھے۔

﴿میزان الاعتدال ج۲ص۲۹۳ راوی ۶۴۷۴ طبع سانگلہ ہل﴾

نیز المغنی فی الضعفاء للذہبی ج۲ص۱۵۶، ۴۷۳۰ طبع دارالکتب العلمیہ ولفظہ ''قال یحییٰ بن معین لیس حدیثه بشئی و قد رائیته'' ۵۱

امام ابن حجر نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔مزید فرماتے ہیں: ''قال ابن خراش لیس بمرضیّ و قال ابن عدی لیس له کبیر شئی ولم یحضرنی له شئی'' یعنی امام ابن خراش نے فرمایا یہ علم حدیث کے حوالہ سے پسندیدہ شخصیت نہیں۔ابن عدی نے کہا قلیل الروایۃ ہے۔اس کی کوئی روایت مجھے مستحضر بھی نہیں۔

ملاحظہ ہو﴿لسان المیزان ج۴ص۳۷۸ راوی ۱۱۲۸ طبع ملتان﴾

اقول : علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے قول '' ذکره ابن عدی مختصراً'' کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے متعلق امام یحیٰی بن معین کے پورے لفظ اس طرح ہیں: ''لیس حدیثه بشئی قد رأیته'' جب کہ ابن عدی نے انہیں اختصار کے ساتھ صرف اتنا لکھا ہے: ''لیس بشئی'' جیسا کہ خود علامہ ذہبی کے نقل کردہ الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔

تنبیه :۔ کتاب الجرح والتعدیل ﴿ج۶ص ۲۶۹ راوی ۱۴۸۷ طبع حیدآباد دکن داراحیاء التراث العربی بیروت﴾ میں ابن ابی حاتم نے کہا: ''ذکره ابی عن اسحق بن منصورعن یحییٰ بن معین انه قال عمرو بن یحییٰ بن سلمة ثقة'' یعنی میرے والد نے اس کا ذکر اسحٰق بن منصور کے طریق سے امام یحیٰی بن معین کے حوالہ سے کیا۔انہوں نے فرمایا: عمرو بن یحیٰی بن سلمہ ثقہ ہے۔

جواباً عرض ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے یا پھر کتاب الجرح والتعدیل میں یہ کوئی اور شخص ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ''عمرو بن یحیٰی بن سلمہ'' لکھا ہے جب کہ مبحث فیہ شخص ''عمرو بن یحیٰی بن عمرو بن سلمہ'' ہے الا اینکہ یہ بھی کتابت کی غلطی سے ہو یا اس میں ''عمرو'' منسوب الی جده ہو مگر یہ احتمال ضعیف ہے کیوں کہ محدث ابن عدی، امام نقد علاّمہ ذہبی، محدث متشدد ابن الجوزی اور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی نے امام یحیٰی کی جرح والی روایت تحریر کی ہے توثیق والی روایت کا

ذکر تو کجا، اس کی جانب ہلکا سا اشارہ تک بھی نہیں کیا اور بیک زبان و بیک قلم سب نے اس کے مجروح ہونے پر اتفاق کرتے ہوئے یہی فیصلہ دیا کہ ”**لیس حدیثه بشئی**“ ”**لم یکن بمرضی**“ یعنی اس کی روایت کسی کام کی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی پسندیدہ شخصیت ہے پس اس کی جرح متعین ہوئی۔ علاوہ ازیں ابن خراش نے اسے مجروح قرار دیا ہے (کمامر) امام یحییٰ سے (بفرض تسلیم روایت توثیق) جرح بھی منقول ہے جب کہ اس کی توثیق کسی اور سے منقول نہیں بناء بریں اس کی جرح ہی راجح ہوئی۔ علاوہ ازیں بر تقدیر تسلیم توثیق والی روایت ”اسحٰق بن منصور“ سے ہے جب کہ جرح والی روایت ”احمد بن یحییٰ“ اور ”لیث بن سعدہ“ سے ہے۔ یعنی امام یحییٰ سے عمرو پر جرح دو راوی نقل کر رہے ہیں جب کہ توثیق نقل کرنے والا ایک راوی ہے پس توثیق والی روایت شاذ ہو کر مردود قرار پائی۔ **وھو المقصود و للہ الحمد**

متن پر کلام :۔ روایت ہذا کا متن اور مضمون اصول درایت کے سراسر خلاف ہے بناء بریں وہ بھی سخت مخدوش، نہایت درجہ غلط اور قطعی طور پر واجب الرد اور نا قابل قبول ہے جس کی متعدد وجوہ ہیں (جن میں سے ہر وجہ ایک مستقل جواب کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک کو الگ سے جواب کا عنوان بھی دیا جا سکتا ہے) بعض وجوہ حسب ذیل ہیں

متن ھذا کے واجب الرد ھونے کی بعض وجوہ

وجہ اول ﴿قرآن وسنت کی عمومی واطلاقی نصوص صریحہ قطعیہ کے خلاف ہے﴾

اس کا مضمون قرآن سنت کی ان سینکڑوں عمومی و اطلاقی نصوص صریحہ قطعیہ کے خلاف ہے جن کا عموم و اطلاق اس امر کا متقاضی ہے کہ تکبیر و تحمید، تسبیح و تہلیل اور ذکر الٰہی ہر وقت ہو الا ماشاء اللہ ورسولہ (جلّ وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب کہ اسے صحیح مان لینے کی صورت میں ان نصوص کا عموم و اطلاق باطل ہو جاتا ہے جب کہ وہ ان کی مخصّص اور مقیّد بننے کی صالح بھی نہیں کہ وہ ”خبر واحد صحیح“ بھی نہیں چہ جائیکہ وہ مشہور و متواتر ہو جب کہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ”**المطلق یجری علیٰ اطلاقه والعام علیٰ عمومه**“ مطلق و عام اپنے عموم اطلاق پر اور اپنے اپنے ہر فرد پر حاوی و مشتمل ہوتے ہیں جن میں معیاری شرعی دلائل کے بغیر تخصیص و تقیید جائز نہیں ہوتی ﴿**کما حققه المحقق علی الاطلاق و الفاضل البھاری فی التحریر و مسلم الثبوت و غیرھما**﴾ بر تقدیر تسلیم صحت بھی وہ صالح تخصیص و تقیید نہیں جو محققین احناف کے ہاں متفق علیہ ہے جسے کتب اصول فقہ میں عام و مطلق کی بحث میں دیکھا جا سکتا ہے۔ **لاحظ اصول الشاشی و نور الانوار و غیرھما من معتمدات الا سفار بحث ثلٰثة قروء و النکاح با لولی او غیره و لایخفی علیٰ احد من خدام الاصول۔**

قرآن و سنت کی بعض نصوص:۔

اس سلسلہ کہ آیات بہ کثرت ہیں بطور نمونہ بعض رقم کی جاتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ا تا ۳۔” الحمد للہ رب العالمین“۔ یعنی ہر طرح سے اور ہر حوالہ سے ہمہ وقت اور ہمہ قسم حمد اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے۔﴿پ ا، فاتحہ آیت ا ، پ ۲۴ الزمر آیت ۷۵، پ ۷ الانعام آیت ۴۵ ﴾

۴۔”و لذکر الله اکبر ‘‘ یعنی اللہ کا ذکر بہت اہم چیز ہے۔﴿پ ۲۱ العنکبوت آیت ۴۵﴾

۵۔ ”و کبرہ تکبیراً“ یعنی اس کی بڑائی بہت بیان کریں (مثلاً اللہ اکبر کہیں)﴿پ ۱۵ الاسراء آیت ۱۱۱﴾

۶۔ ”وربك فکبر “ یعنی آپ اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔﴿پ ۲۹ المدثر آیت ۳ ﴾

۷۔ ”و ا ذکر اسم ربك و تبتل الیہ تبتیلا“ یعنی آپ اپنے رب کے نام کا ذکر فرمائیں اور اسی کی جانب پورے متوجہ رہیں۔﴿پ ۲۹ المزمل آیت ۸﴾

۸۔ ”و سبح بحمدہ“ آپ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں ﴿پ ۱۹ الفرقان ۵۸ آیت ﴾

۹۔ ” فسبح بحمدربك “ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں۔﴿پ ۳۰ النصر ۳ آیت ﴾

سبح للہ ما فی السمٰوٰت و الارض ﴿پ ۲۷ الحدید آیت ا﴾ وما فی الارض ﴿پ ۲۸ الحشر آیت ا﴾ یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی ا لارض ﴿پ ۲۸ الجمعہ آیت ا﴾، والارض ﴿پ ۲۸ التغابن آیت ا﴾ یسبح لہ ﴿پ ۲۸ الحشر آیت ۲۴﴾ تسبح لہ السمٰوٰت السبع و ا لارض و من فیھن و ان من شئی الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقھون تسبیحھم الآیة ﴿پ ۱۵ الاسراء آیت ۴۴﴾

یعنی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سمیت ان میں رہنے والی جملہ مخلوقات ﴿ماسوائے کفار جن و انس﴾ حتّٰی کہ بے جان اشیاء بھی تسلسل کے ساتھ اللہ جلّ جلالہ کی تسبیح میں ہیں اور رہیں گی۔

نیز قرآن میں ہے ملائکہ نے عرض کی تھی ” و نحن نسبح و نقدس لك“ یعنی ہم حمد کے ساتھ تیری تسبیح بولتے اور تیری تقدیس بیان کرتے ہیں ﴿پ ا البقرة آیت ۳۰﴾ ”الذین یحملون العرش و من حولہ یسبحون بحمد ربھم “ یعنی ملائکہ حاملین عرش اور ملائکہ کروبیان (قدسیوں) کا ایک معمول یہ ہے کہ وہ بالدوام اپنے رب کی حمد و تسبیح اور تسبیح و حمد بیان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔﴿پ ۲۴ مؤمن آیت ۷﴾، ”و الملئکة یسبحون بحمد ر بھم“ یعنی فرشتے ہمیشہ اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے رہیں گے۔﴿پ ۲۵ الشوریٰ آیت ۵﴾، حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں کہا: ” لا الٰہ الا انت سبحانك “ اور اسی کی برکت سے باہر تشریف لائے۔﴿الانبیاء۔

الصافات﴾، حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح فرماتے تو پہاڑ اور پرند بھی ساتھ مل کر تسبیح کہتے ﴿ص﴾ مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں قطرات و ذرّات اور خس و خاشاک کی منزل تک کو غیر مکلّف ہو کر بھی ہماری تسبیح و تحمید کریں اور ذکر بجالائیں ملائکہ قدسی ہوں، انبیاء رسل و کرام علیھم السلام معصوم ہو کر بھی اس پر کار بند ہیں تو عام انسانو! تمھیں کیا ہو گیا کہ تم مکلّف ہونے کہ باوجود اس سے پس وپیش کرو اور گکھڑوی جی! تیری جماعت کو کیا ہو گیا کہ تم اس سے منع کرنے کے لئے کمربستہ ہو کر سراپا تحریک بنے ہوئے ہو؟ مزید سنئے اللہ ایمان والوں سے کیا فرماتا ہے۔

۱۔ "یٰا یھا الذّین اٰمنو ااذکرو اللہ ذکراً کثیرا و سبحو ہ بکرۃً و اصیلاً"، یعنی اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت ہی کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بولو ﴿پ۲۲ الاحزاب آیت ۴۱، ۴۲﴾

۲۔ "واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون" یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اسی میں تمہاری حد درجہ کامیابی ہے۔

﴿پ۱۰ الانفال آیت ۵، پ۲۸ الجمعہ آیت ۱۰﴾

۳۔ "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکرفیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والا صال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلاۃ و ایتاء الزکوۃ الآیۃ" یعنی مساجد کہ جنہیں بنانے اور ان میں اللہ کے ذکر کرنے کا منجانب اللہ حکم ہے ان میں صبح شام کچھ ایسے مرد اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں کی جنہیں تجارت اور مالی معاملات بھی اللہ کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور ادائے زکٰوۃ سے غافل نہیں کر سکتے۔ ﴿پ۱۸ النور آیت ۳۶، ۳۷﴾

۴۔ "یٰا یھا الذّین اٰمنو الا تلھکم اموالکم و لااولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذٰلك فا و لٰئك ھم الخٰسرو ن" یعنی اے ایمان والو! تم اس طرح سے رہو کہ تمھیں تمہارے مال و اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر پائیں اور جنہوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو وہ نقصان اٹھائیں گے۔ ﴿پ۲۸ المنافقون آیت ۹﴾

۵۔" ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذ کر فیھا اسمہ" یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو مساجد میں ذکر الٰہی کے ہونے سے روکے۔ ﴿پ۱ البقرۃ آیت ۱۱۴﴾

۶۔ "من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدورالناس من الجنۃ والناس" یعنی یوں کہا کیجئے کہ میں ذکر الٰہی سے پیچھے ہٹنے والے اس شیطان اور دیو کے سر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے صاف دلوں کو اپنے وسوسوں سے گدلا اور پراگندہ کر کے عام ازیں کہ وہ جنوں کے طبقہ سے ہو یا انسانوں کی نسل سے۔ ﴿پ۳۰ سورۃ والناس آیت ۴، ۵، ۶﴾

۷۔ذکر وتسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس کے متعلق ارشاد ہے۔ " یا یھا الناس ا عبدوا ربکم" اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ ﴿پ ا البقرۃ آیت ۲۱﴾

۸۔ " وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون" یعنی میں نے جن وانس کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ ﴿پ ۲۷ الذاریات آیت ۵۶﴾

۹۔ "واعبد ربک حتی یأ تیك الیقین" یعنی تاحین حیات زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی عبادت میں گزاریئے۔ ﴿پ۱۴ الحجر آیت ۹۹﴾

نتیجہ واضح ہے کہ ذکر وتسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل مطلوب الٰہی ہیں جرم نہیں، جرم تو اس کی خلاف ورزی ہے پس زیر بحث روایت میں مذکور لوگ قطعی طور پر انا آیت قرآنیہ کے مقتضا پر عمل کررہے تھے جب کہ روایت کا مضمون اسے بدعت سیّئہ اور ضلالت قرار دے رہا ہے پس وہ قرآن سے متصادم ہو کر واجب الرد ہوئی۔ اسے صحیح ماننے سے قرآن کی بے شمار آیات کا انکار لازم آتا ہے جسے علماء اصول نے روایت کے خود ساختہ اور غلط ہونے کی علامات بتایا۔ ﴿المنار المنیف لا بن القیم وغیرہ﴾

وجه ثانی :۔ ﴿مقام صحابہ رضی اللہ عنھم کے منافی ہے﴾

نقل کردہ آیت نمبر ۱، ۳، ۵ سے واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم مساجد میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے تھے جس کی پابندی کرنے کا انہیں حکم تھا نیز یہ کہ مساجد میں ذکر الٰہی سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ جب کہ پیش نظر روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور قدیم الاسلام اور مقرب خاص بارگاہ نبوّت علیٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام کو معاذ اللہ اس کا منکر ظاہر کرتی ہے تو وہ اس طرح سے بھی قرآن سے متصادم ہو کر قطعاً واجب الرد اور سخت مردود قرار پائی۔

بعض احادیث کریمه

ان آیات قرآنیہ کے مضامین کی تفصیل وتشریح بکثرت احادیث نبویّہ علیٰ صاحبھا الصلاۃ والتحیۃ میں بھی موجود ہے۔ تبرکاً کچھ حسب ذیل ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

۱۔رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی افضل کلام کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: " ما اصطفی الله لملئکة سبحان الله و بحمده"۔ یعنی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لئے چنا یعنی سبحان اللہ وبحمدہ۔

۲۔نیز فرمایا: " لان اقول سبحان الله والحمدلله ولا الٰہ الاالله و الله اکبر احب الی فما طلعت علیه الشمس"، یعنی دنیا کی تمام چیزیں جمع کر لینے سے مجھے یہ پسند ہے کہ میں کہوں سبحان الله و الحمد لله و لا الٰہ الا الله و الله اکبر۔ ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۰ بحوالہ صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۳۔نیز فرمایا: " کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحٰن الله وبحمدہٖ سبحٰن الله العظیم" یعنی دو فقرے ہیں جو زبان پر کچھ وزن نہیں میزان پر بہت بھاری ہیں رب رحمٰن کو بہت محبوب ہیں۔ وہ یہ ہیں: " سبحٰن الله وبحمدہٖ سبحٰن الله العظیم" ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۰ متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۴۔مزید فرمایا: " من قال سبحٰن الله العظیم غرست له نخلة فی الجنة" یعنی جو مسلمان ایک بار سبحٰن الله العظیم و بحمده کہے اس کیلئے جنت میں کھجور کا ایک پودا لگا دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کے لئے جنت ہے)

ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۰ بحوالہ ترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ﴾

۵۔نیز ارشاد ہے: " افضل الذکر لا اله الله و افضل الدعاء الحمدلله" سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا الٰہ الا الله اور سب سے اہم دعا الحمدللہ ہے۔

ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۱ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ﴾

۶۔نیز فرمایا: " الحمدلله رأس الشکر ما شکر الله عبد لا یحمده" الحمدللہ کے لفظ اداء شکر کے بنیادی لفظ ہیں بندہ جب تک اللہ کی حمد نہ کہے اس کے شکر سے عہدہ برآں اور سبک دوش نہیں ہو سکتا۔

﴿مشکوٰۃ ۲۰۱ ب حوالہ شعب الایمان بیہقی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ﴾

۷۔نیز ارشاد ہے:"من یدعی الی الجنةیوم القیمةالذین یحمدون الله فی السرّاء و الضرّاء" یعنی جن لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا ان میں سرفہرست وہ لوگ ہیں جو خوشحالی و بدحالی (ہر حال میں) اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۱ ب حوالہ شعب الایمان بیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ﴾

۸۔نیز حدیث قدسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں اور ان میں رہنے والی تمام مخلوقات کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور لا الٰه الا الله کو دوسرے پلڑے رکھ دیا جائے "لما لت بھن لا الٰه الا الله" تو لا الٰه الا الله کا پلڑا بھاری رہے گا

﴿مشکوٰۃ ۲۰۱ بحوالہ شرح السنة للبغوی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ﴾

۹۔نیز فرمایا:" جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ ' ' یعنی لا الٰہ الا اللہ کا ورد کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

۱۰۔امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:" کان النبی ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانہ" یعنی نبی کریم ﷺ ہمہ وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ ﴿صحیح بخاری ج اص ۸۸ طبع کراچی﴾

۱۱۔آپ ﷺ سے سوال کیا گیا روزِ قیامت اللہ کے ہاں سب سے اونچی شان اور بڑی فضیلت والا کون سا بندہ ہوگا؟ فرمایا:" الذاکرون اللہ کثیرا و الذاکرات" اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔عرض کی گئی مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا: ایسے مجاہد سے بھی ذاکر خدا ایک درجہ بڑھ کر ہے جو کفار و مشرکین سے اتنا لڑے کہ اس کی تلوار خون سے رنگین ہو اور اسی میں استعمال ہو کر ٹوٹ جائے۔

ملاحظہ ہو ﴿مسند احمد۔ترمذی عن ابی سعید الخدری۔مشکوٰۃ ۱۹۸﴾

۱۲۔ارشاد فرمایا جو بازار میں داخل ہوتے وقت کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت وھو علیٰ کل شئی قدیر) کہے تو اللہ اس کے لئے ایک کروڑ نیکیاں لکھ دیتا، اس کی ایک کروڑ خطائیں مٹا دیتا اور اس کے ایک کروڑ درجے بلند فرما دیتا اور اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ایک روایت میں "فنادٰی" کے لفظ ہیں یعنی بآواز بلند کہے۔

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳۹۲ بہ حوالہ حاکم عن امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ مرفوعاً﴾

۱۳۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہاڑ دوسرے پہاڑ کا نام لے کر پکارتا اور پوچھتا ہے۔"ھل مر بك الیوم للہ ذاکر" ؟ کیا آج تجھ سے کسی ذاکر خدا کا گزر ہوا ہے؟ اگر وہ کہے ہاں تو وہ اسے کہتا ہے" استبشر" تجھے مبارک ہو احہ ما اردنا ﴿الحاوی للفتاوٰی ج اص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۱۴۔آپ ﷺ نے فرمایا:" اکثرو ذکر اللہ حتی یقولو ا مجنون" یعنی اللہ کا ذکر اتنی کثرت اور وارفتگی سے کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہیں۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج اص ۳۹۰ بہ حوالہ حاکم و شعب الایمان بیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ و صححہ الحاکم﴾

۱۵۔ایک مرسل روایت میں ہے۔فرمایا:" اکثرو ا اللہ ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراء ون" اللہ کا ذکر اس قدر کثرت کے کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج اص ۳۹۰ بہ حوالہ شعب الایمان بیہقی عن ابی الجوزاء رضی اللہ عنہ﴾

خلاصہ یہ کہ تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل اور ذکر الٰہی کے فضائل و برکات اور تنبیہات وترغیبات کے ان عمومی واطلاقی اور تاکیدی ارشادات الٰہیہ اور فرامین مصطفویہ علیٰ صاحبھا الصلاۃ والتحیۃ کے ہوتے ہوئے عقل سلیم یہ باور نہیں کر سکتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے عظیم وجلیل اور علامہ شریعت صحابی نے لوگوں کو ذکر الٰہی سے منع فرمایا ہو ورنہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ انہیں ان آیات وآحادیث سے انکار تھا بلکہ کتب سابقہ میں تو کثرت سے حمد الٰہی بجالانے اور اللہ اکبر کا ورد رکھنے کو حضور کی امت کی خاص نشانی بتایا گیا ہے **امة الحمادون یحمدون فی کل سرّاء و یکبرون اللہ علیٰ کل نجد۔**

﴿الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰،۱۱ بہ حوالہ دارم ابن سعد وابن عساکر عن ابن عباس عن کعب الاحبار رضی اللہ عنھم الغفار﴾

تو حضرت کو اس کا روکنے والا بتانا (العیاذ باللہ وخاکم بدہن گستاخ) انہیں امت سے بھی خارج قرار دینا ہے جو کسی انتہائی بے ایمان کا کام ہوسکتا ہے۔

وجہ ثالث ﴿قرآن وسنّت کی خصوص نصوص وغیرہ کے بھی خلاف ہے﴾

روایت ہذا کی ایک ایک شق جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بدعت وضلالت قرار دیا گیا ہے ،عمومی واطلاقی نصوص کے علاوہ خصوصی نصوص اور اقوال وفتاوٰی ائمہ شان سے بھی ان کا جائز، مستحسن اور مستحب ہونا ایک ایک کر کے ثابت ہے۔ پس زیر بحث روایت کو صحیح مان لینے کی صورت میں ان نصوص کا بطلان اور ائمہ شان کی تضلیل اور ان کا بدعتی ہونا لازم آئے گا جو بذات خود باطل ہے جو اس کے واجب الرد ہونے کی ایک اور وجہ ہے۔ سب کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

مطلقاً حلقھائے ذکر کا ثبوت:

چنانچہ اس میں مسجد میں حلقہائے ذکر پر چوٹ ہے جب کہ وہ مسجد میں ہوں یا خارج از مسجد ہوں ہر طرح سے ثابت ہیں ﴿"**رأیت فی المسجد قوماً حلقاً جلوساً**" دارمی ج ۱ ص ۷۹،۲۰۴﴾

۱۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے سید عالم ﷺ کو بتایا: "**و انا معه اذا ذکرنی فی نفسه و ان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم**" یعنی بندہ مؤمن جب میرا ذکر بجالاتا ہے تو اسے میری خاص معیت حاصل ہوتی ہے اگر وہ اکیلے میں میرا ذکر تو میں بھی اسے (اپنے حسب شان) اکیلے میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں یاد کرے تو میں (اپنے حسب شان) اس سے بہتر اجتماع میں اسے یاد فرماتا ہوں۔

﴿مشکوٰۃ ص ۱۹۶ متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، نیز الحاوی للفتاوٰی للامام السیوطی ج ص ۳۸۹ طبع مصر و پاک بحوالہ صحیح البخاری نیز ص ۳۹۱ بحوالہ البز ار والبیہقی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ﴾

۲۔حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" ان للہ ملٰئکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فا ذاو جدو ا قوما یذکرون اللہ تنادو اھلموا الی حاجتکم قال فیحفونھم باجنحتھم الی السماء الدنیا" (ھذا لفظ البخاری و عند مسلم "ان للہ ملٰئکۃ سیارۃ فضلاً یبتغون مجالس الذکر فا ذا وجدو ا مجلسا فیہ ذکر قعدوا و حف بعضھم بعضا با جنحتھم حتی یملائوا ما بینھم و بین السماء) یعنی اللہ تعالیٰ کے بڑی شان والے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ زمین پر گھوم پھر کر ایسے لوگوں کو تلاش کر کے بارگاہ الٰہی میں ان کی رپورٹ پیش کریں جو مجالس ومحافل ذکر منعقد کر کے ان میں ذکر الٰہی بجالاتے ہوں پس جب وہ ایسے لوگوں کی مجلس و محفل پا لیتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہ زمیں پر پھیلے ہوئے اپنے رفقاء کو پکار کر کہتے ہیں ادھر آؤ جس مقصد کے لئے ہم آئے تھے وہ حاصل ہے پس وہ سب اس محفل میں اس طرح بیٹھ جاتے ہیں کہ وہ اہل محفل کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور زمین سے آسمان تک قطاریں بنا کر پورے ایریا کو بھر دیتے ہیں (آگے طویل حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد اس سے ارشاد فرماتا ہے:" فاشھد کم انی قد غفرت لھم " گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں ان کے اس عمل کے باعث بخش دیا ہے ۔ایک فرشتہ کہتا ہے مولا! شرکاء میں فلاں گنہگار شخص بھی ہے جو ذکر کی نیت سے نہیں آیا، اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ اللہ فرماتا ہے " ھم الجلساء لا یشقی جلسھم"(بخاری) "و لہ غفرت ھم القوم لا یشقی جلسیھم" یعنی ان صالحین کی برکت سے میں نے اسے بھی بخش دیا ہے کیوں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا محروم نہیں جاتا۔(ملخّصاً)

ملاحظہ ہو﴿ مشکوٰۃ ۱۹۷ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم نیز الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳۹۰ بحوالہ مسلم و حاکم عنہ نحوہ و لفظ الحاکم " ان فیھم عبد اخطاہ جلس فیھم و لیس منھم فیقول و ھو ایضاً قد غفرت لہ حلم القوم لا یشقی بھم جلیسھم" نیز ص ۳۹۱ بحوالہ البزار عن انس رضی اللہ عنہ و لفظہ" یطلبون حلق الذکر﴾

۳۔حضرت ابوھریرۃ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنھم سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملٰئکۃ و غشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللہ فیمن عندہ" یعنی (اہل ایمان کا) کوئی بھی گروہ جب بھی اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے تو ملائکہ انہیں ڈھانپ لیتے، رحمت ان پر چھا جاتی ،سکون قلبی کا ان پر نزول ہوتا اور اللہ (اپنے حسب شان) اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿ مشکوٰۃ ۱۹۶ بحوالہ صحیح مسلم نیز الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳۹۰ بحوالہ صحیح مسلم و جامع ترمذی﴾

۴۔حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" ما من قوم اجتمعو

یذکرون اللہ الا نا داھم مناد من السماء قوموا مغفورا لکم قد بدلت سئیاتکم حسنات ‘‘یعنی جہاں کے (اہل ایمان) لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا اجتماعی ذکر کریں رو آسمان سے انہیں منادی نداء کرتا ہے جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدل دیا۔

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۵۔رسول اللہ ﷺ پر جب آیت کریمہ **واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم الآیة** اتری (کہ آپ ان لوگوں میں جلوہ گری فرمائیں جو اللہ کی رضا کے لئے صبح وشام ذکر الٰہی کرتے ہیں) تو آپ ﷺ انہیں تلاش کرنے کے لئے تشریف لے چلے پس آپ نے کچھ ایسے لوگوں کو ذکر الٰہی میں پایا جو پراگندہ سر، نحیف البدن تھے جن کے پاس تن ڈھانپنے کو ایک ایک کپڑا تھا تو آپ ﷺ ان میں جلوہ فگن ہوئے اور فرمایا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں کہ جن کے ساتھ بیٹھنے پر مامور ہوا ہوں۔

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ۳۹۲ بحوالہ طبرانی وابن جریر عن عبدالرحمٰن بن سہیل بن حنیف﴾

۶۔رسول اللہ ﷺ کا اپنے صحابۂ کرام کی ایک جماعت پر گزر ہوا جن میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھے تو آپ کو دیکھ کر خاموشی اختیار کی۔ فرمایا: تم کیا کہہ رہے تھے حضرت سلمان فرماتے ہیں: ’’**قلنا نذکر اللہ اللہ**‘‘ ہم کی عرض کی کہ آقا ہم اللہ اللہ کا ورد کر رہے تھے فرمایا: ’’**انی رأیت الرحمة تنزل علیکم فاحببت ان اشارککم فیھا**‘‘ یعنی میں تم پر رحمت الٰہی کو اترتا دیکھ کر چاہا کہ میں بھی اس میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ اس کے بعد فرمایا: **الحمد للہ الذی جعل فی امّتی من امرت ان اصبر نفسی معھم۔**

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۲ بحوالہ کتاب الزھد للامام احمد بن ثابت رضی اللہ عنھما﴾

۷۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’**لان اجلس مع قوم یذکرون اللہ بعد صلاة الصبح الی ان تطلع الشمس احب الی مماطلعت علیه الشمس ولان اجلس مع قوم یذکرون اللہ بعد العصر الیٰ ان تغیب الشمس احب الیٰ من الدنیا وما فیھا**‘‘ یعنی میں نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں تو یہ مجھے دنیا وما فیھا سے زیادہ عزیز ہے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۲ بحوالہ ابن ابی الدنیا۔ بیہقی۔ اصبہانی﴾

۸۔نبی کریم ﷺ کا دو محافل سے گزر ہوا جن میں سے ایک کے شرکاء اللہ کا ذکر کر کے اظہار وارفتگی کر رہے تھے اور

دوسرے دینی مسائل کی تعلیم میں مصروف تھے تو آپ نے فرمایا:" **کلا المجلسین خیر واحد هما افضل من الآخر**" دومحفلیں خوب ہیں مگر علم والی محفل، ذکر والی محفل سے افضل ہے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج۰۳۹بحوالہ بقی بن مخلد عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما﴾

۹۔حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی اہم بات نہ بتاؤں جس سے تمہیں دنیاوآخرت کی بہتری ملے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ فرمایا:"**علیك بمجالس الذکر و اذاخلوت فحرك لسانك بذکر الله**" مجالس ذکر میں پابندی سے شرکت کیا کرو اور تنہائی میں بھی اپنی زبان کو ذکر اللہ میں مصروف رکھو۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج۰۳۹بحوالہ الترغیب للاصبہانی﴾

۱۰۔حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" **جاء نی جبریل فقال مر اصحابك یرفعوا اصواتهم با لتکبیر**"، جبریل علیہ السلام نے مجھے آکر کہا کہ آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ بلند آواز سے اللہ اکبر پکاریں۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص۳۹۲،۳۹۳ بحوالہ احمد، ابوداؤد، ترمذی وصححہ، نسائی وابن ماجہ﴾

۱۱۔صحابی کریم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" **اذ مررتم بریاض الجنة فا ر تعوا قالو ا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر**" یعنی جب جنتی باغیچوں سے تمہارا گزر ناہو تو ان میں سے کچھ نہ کچھ چر، چگ لیا کرو۔صحابۂ کرام نے عرض کی: جنتی باغیچوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: حلقہائے ذکر الٰہی (ذکر الٰہی کی محفلیں)

ملاحظہ ہو۔﴿مشکوۃ ۱۹۸بحوالہ ترمذی نیز الحاوی للفتاوٰی ج ا ص۰۳۹بحوالہ بیہقی رضی اللہ عنہ﴾

۱۲۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاں تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا:۔" **یا یها الناس ان لله سرایا من الملٰئکةتحل و تقف علیٰ مجالس الذکر فی الارض فا ر تعوا فی ریاض الجنة**" لوگو! اللہ کے فرشتوں کی کچھ جماعتیں ہیں جو زمین پر ہونے والی مجالس ذکر پر آرکتی اوران میں بیٹھ جاتی ہیں تو تم جنتی باغوں میں کچھ نہ کچھ کھالیا کرو۔حاضرین نے عرض کی:" **و این ریاض الجنة؟**" جنتی باغیچے کہاں پر واقع ہیں؟ فرمایا:" **مجالس الذکر**" میری مراد ذکر کی محفلیں ہیں۔"**فا غدوا وروحو ا فی ذکر الله**" لہٰذا اپنی صبح اور شام اللہ کے ذکر میں کرو۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۸۹ بحوالہ البزار والحاکم فی المستدرک وصححہ﴾

۱۳۔آپ ﷺ نے فرمایا:" **من قدر لم یذکر الله فیه کانت علیه من الله ترة** " یعنی جو کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکر الٰہی بجا نہ لائے تو اس کی یہ کوتاہی اس کے لئے اللہ کے ہاں حسرت ہوگی۔

ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۱۴۔فرمایا: " **ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون الله ا قامو ا عن مثل جیفة حمار و کان علیهم حسرة** " یعنی جس مجلس میں لوگ اللہ کا ذکر نہ کریں وہ ایسے ہے جیسے وہاں مرا ہوا گدھا بدبو پھیلا رہا ہو اور یہ ان کے لئے باعث حسرت ہوگا۔

﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ مسند احمد وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۱۵۔نیز ارشاد ہے:" **ما جلس قوم مجلسا لم یذکرو ا فیه و لم یصلو ا علیٰ نبیهم الا کان علیهم ترة فان شاء غفر لهم** " یعنی لوگ جس مجلس میں اللہ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں (ﷺ) تو وہ ان کے لئے باعث افسوس ہوگی (کہ کاش یہ کوتاہی نہ کرتے) اللہ اگر چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور چاہے تو انہیں معاف فرمائے (یعنی محفل میں ترک ذکر اور ترک درود بلفظ دیگر محفل کو ذکر و درود سے خالی رکھنا ایسا جرم ہے کہ کوتاہی برتنے والوں کو اس پر عذاب بھی ہوسکتا ہے۔والعیاذ باللہ)

مساجد میں مجالس ذکر کا ثبوت

ا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: " **ومن اظلم ممن مساجد الله ان یذکر فیها اسمه و سعیٰ فی خرابها** " یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کے اجاڑنے میں کوشاں ہو۔ ملاحظہ ہو ﴿پ ۱ البقرۃ آیت ۱۱۴﴾

۲۔**فی بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه یسبح له فیها با لغدوو الآصال رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله و اقام الصلاۃو ایتاء الزکوٰۃالآیة** یعنی اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسجدیں تعمیر کی جائیں اور ان میں اس کا ذکر کیا جائے۔کچھ نیک بندے ایسے ہیں جو مساجد میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، اقامت الصلاۃ اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرسکتی۔

ملاحظہ ہو۔﴿پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۷،۳۶﴾

۳۔حدیث شریف میں ہے۔" **خرج معاویة علیٰ حلقة فی المسجد فقال ما اجلسکم قالو ا جلسنا**

نذکر الله تعالیٰ الخ‘‘ یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں لوگوں کا ایک حلقہ دیکھ کر ان سے فرمایا تم نے یہ مجلس کس لئے منعقد کی؟ انہوں نے کہا ذکر الٰہی کے لئے۔ فرمایا کیا تم اس پر حلف دے سکتے ہو؟ کہنے لگے ہم اس پر حلف دیتے ہیں فرمایا میں تم سے اس لئے حلف نہیں لے رہا کہ تمہاری سچائی میں مجھے کچھ شک ہے بلکہ میں تمہیں رسول ﷺ کے حوالہ سے ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ بیان روایت میں، میں کس قدر محتاط ہوں (یعنی وہی کہتا ہوں جو مجھے سو فیصد حفظ ہوتی ہے) رسول ﷺ ایک بار اپنے صحابۂ کرام کے حلقہ میں تشریف لائے تھے تو آپ نے ان سے اسی طرز پر کلام کر کے ان سے فرمایا تھا’’ **اتانی جبریل فا خبرنی ا ن الله یباھی بکم الملئکة**‘‘ یعنی جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آ کر مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجلس کے حوالہ سے اپنے ملٰئکہ کے سامنے تم پر مباھات (اظہار فخر) فرما رہا ہے (ملخصاً)

﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ صحیح مسلم عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ﴾

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا اہل محشر جان لیں گے کہ اہل کرم کا کیا مقصد ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں ’’ **اھل کرم**‘‘ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ’’ **مجالس الذکر فی المسجد**‘‘ یعنی مساجد میں مجالس ذکر (منعقد کرنے والے)

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ﴾

۵۔ ابن الادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات نبی کریم ﷺ کی معیت میں تھا ’’ **فمر برجل فی المسجد یرفع صوته**‘‘ تو آپ ایک شخص سے گزرے جو مسجد میں بلند آواز سے ذکر کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی حضور! لگتا ہے کہ یہ شخص ریا کاری سے کام لے رہا ہے۔ فرمایا ’’ **لا ولکنه اواه**‘ ‘نہیں ریا کاری نہیں خشوع سے بہت آہ زاری کرنے والا ہے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ﴾

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے **ذو البجادین** کو **اوّاہ** (خشوع سے بہت آہ زاری کرنے والا) کا لقب دیا تھا’’ **وذلك انه کان یذکر الله**‘‘ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ (کثرت سے) ذکر الٰہی کرتا تھا۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص باآواز بلند ذکر الٰہی کر رہا تھا اس پر ایک اور شخص نے

اعتراض کرتے ہوئے کہا کیا ہی بہتر ہوتا کہ اپنی آواز کو دھیمی کرتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " **دعه فانه اوّاه**" اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے کیوں کہ یہ بہت خشوع والا ہے۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:" **ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علیٰ عهد النبی ﷺ قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته۔**" یعنی فرض نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔ مجھے اس طرح سے پتہ چلتا تھا کے صحابۂ کرام کی ذکر کی آواز نماز سے فراغت کے بعد مجھے پہنچتی تھی تو میں اسے سنتا تھا۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۲ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم﴾

۹۔ عبید بن عمیر سے دوایت ہے:" **کان عمر یکبر فی قبته فیکبر اهل المسجد فیکبر اهل السوق حتی ترتج منیٰ تکبیرا**" یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے پھر مسجد کے حاضرین مسجد میں تکبیر کہتے پھر بازار میں موجود لوگ تکبیر کہتے اور آواز اس قدر بلند ہو جاتی کہ پورا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۳ بحوالہ کتاب العیدین للمروزی﴾

جواب دوم ﴿روایت کا مضمون متعارض ہے﴾

گکھڑوی کے طور پر روایت ہذا کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ہیئت کذائیہ کو بدعت سیئہ بتانا ہے اس حوالہ سے انہوں نے بھی پورا زور اسی پر صرف کیا ہے جب کہ اسی میں ہیئت کذائیہ کے جواز کا ذکر بھی ہے پس ان میں سے کسی ایک کا درست ہونا دوسرے کے غلط ہونے کو اور کسی ایک کا غلط ہونا دوسرے کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے۔ یعنی اگر ھیئت کذائیہ کا بدعت ہونا صحیح ہے جیسا کہ گکھڑوی کا مئوقف ہے تو اس کا وہ حصہ جس میں اس کے جواز کا ذکر ہے، بھی غلط ہوا اس حوالہ سے روایت ہی غلط قرار پائی۔ اور اگر وہ حصہ صحیح ہے تو گکھڑوی نظریہ کا باطل ہونا واضح ہوا اور صحیح بھی یہی ہے۔ چنانچہ اس روایت کے مرکزی راوی تابعی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا آغاز روایت میں بیان ہے کہ :" **کنا نجلس علی باب عبد الله بن مسعود قبل صلاة الغداة فا ذا خرج مشینا معه الی المسجد فجاء نا ابو موسی الاشعری فقال اخرج الیکم ابو عبدالرحمن بعد ؟ قلنا لا، مجلس معنا حتی خرج فلما خرج قمنا الیه جمیعاً**" یعنی ہم لوگ نماز فجر کا وقت ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے در دولت پر ان کے انتظار میں جمع ہو کر بیٹھ جاتے۔ جب آپ باہر تشریف لاتے تو ہم نماز کے لئے آپ کی معیت میں مسجد کو جاتے تھے۔ ایک بار وہاں پر حضرت ابو موسیٰ اشعری تشریف لائے انہوں نے ہم سے حضرت ابن مسعود کے متعلق دریافت کیا کہ آپ میرے یہاں سے اٹھ جانے کے

بعد تشریف لائے تھے؟ ہم نے عرض کی نہیں! تو آپ بھی ہمارے ساتھ انتظار کرنے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ تشریف لے آئے اور آپ کی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا: ملاحظہ ہو۔ ﴿سنن دارمی ج اص ۷۹﴾

اقول

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سلمہ وغیرہ تابعین کرام کے روایت میں مذکور اس عمل کی ھیئت کذائیہ گکھڑوی اصول کے مطابق ثابت نہیں۔ یعنی نماز کے لئے جانے کا حکم اور اس پر عمل کا پسندیدہ ہونا تو شریعت مطہرہ سے ثابت ہے مگر نماز سے قبل کسی کے دوازہ پر جمع ہونا پھر جب وہ آئے تو اس کے ساتھ گروپ کی شکل میں نماز کو جانے کی اجتماعی صورت کی کوئی نظیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گکھڑوی کے طور پر ثابت نہیں پس موصوف کے مئوقف کے مطابق ان کا یہ عمل بدعت سئیہ ہوا بلکہ متعدد بدعات کا مجموعہ ہوا اور "کنا مجلس" کے (ماضی استمراری) کے صیغہ سے ظاہر ہے کہ وہ حضرات اس کا التزام کرتے تھے۔ با الفاظ دیگر انہوں نے اس کی روٹین (عادت) بنائی ہوئی تھی۔ پس ان کا (۱) روزآنا (۲) نماز فجر سے قبل (۳) ایک مخصوص جگہ پر (۴) مخصوص شخص (۵) کے انتظار میں (۶) جمع ہونا (۷) اجتماعی شکل میں (۸) کھڑے ہو کر استقبال کرنا (۹) پھر اجتماعی شکل میں مسجد کو جانا اور (۱۰) اس کو معمول اور روٹین بنا لینا وغیرہ، سب گکھڑوی کے حسب نظریہ وہی بدعات ہیں جس کے رد کے لئے وہ اس روایت کو بطور دلیل لائے ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ بھی ہے کہ اس روایت میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کو بھی بدعت کہا گیا ہے جیسا کہ اس کے الفاظ "**ینتظرون الصلوٰۃ**" سے بھی ظاہر ہے جس کی بحث ابھی کچھ پہلے گزری ہے پھر اسی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجتماعی انتظار کو جائز بھی کہا گیا ہے نیز گکھڑوی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے بھی قیام کو بدعت اور ممنوع قرار دے چکے ہیں ملاحظہ ہو ان کی کتاب۔

جب کہ روایت کے اسی حصہ میں غلام رسول حضرت ابن مسعود کے لئے بھی اس کو گوارا کیا گیا ہے شاید "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" بہرحال گکھڑوی کے طور پر روایت ھذا کے ایک حصہ نے اس کے دوسرے حصہ دے متعارض ہو کر اسے بالکلیہ ساقط بنا دیا ہے وھوالمقصود۔ مزید پڑھئے ایک اور جواب

جواب سوم ﴿رکاکت و بے ربطی عبارت﴾

روایت ہذا میں مذکور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب بنیادی الفاظ میں رکاکت اور بے ربطی پائی جاتی ہے جو آپ سے متصور نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی اس کے مخدوش ہونے کا واضح قرینہ ہے۔ اور پر لطف یہ کہ گکھڑوی بھی اسے

صاف نہیں کر سکے چناں چہ اس کے لفظ ہیں :۔ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر و تہلیل اور تسبیح کرنے والے ان لوگوں سے فرمایا)" **فعدو ا سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شئی و یحکم یا امة محمد ما اسرع ھلکتکم**" گکھڑوی نے ان کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے: "تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ، کیا ہی جلدی تم ہلاکت ہیں پڑ گئے ہو"

﴿راہ سنّت ص ۱۲۳﴾

اقول

کلام منسوب کی سخافت ورکاکت نیز بے ربطی واضح ہے ورنہ اس کا کیا مطلب ہے کہ تم گناہ شمار کرو میں تمہار نیکیوں کے ضائع نہ ہونے کی ضمانت دیتا ہوں نیز **سبحن اللہ، الحمد للہ** اور **لا الہ الا اللہ** پر خوشخبری سنانے کے بجائے ہلاکت کی وعید سنانا اس کے مزید سخیف ورکیک اور بے معنیٰ ہونے کی غمازی کرتا ہے نیز گکھڑوی کا عُدُّوْا صیغہ امر بمعنیٰ "شمار کرو" کو "شمار کیا کرو" کے معنیٰ میں لینا اس کی سخافت ورکاکت میں مزید اضافہ کر رہا ہے کہ اوّلاً امر کو استمراری معنیٰ کا جامہ پہنایا گیا ہے جو قطعی طور پر غلط ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " **ومن جاء بالسیئة فلا یجزیٰ الا مثلھا**" نیز" و **ماربك بظلام للعبید**" جب کہ محض ھیئت کذائیہ کے حوالہ سے گناہ کا حکم لگانے کی بات محض بلا دلیل دعویٰ ہی نہیں خلاف دلائل وحقائق بھی ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں مبرہن ہو چکا ہے۔ پڑھیئے ایک اور جواب۔

جواب چھارم ﴿حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف ثابت ہے﴾

اس روایت کے غلط اور غیر صحیح ہونے کی ایک ٹھوس دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دلائل صحیحہ قویہ سے اس کے مندرجات خصوصاً ھیئت کذائیہ کے خلاف گکھڑوی واویلا کے صریحاً برخلاف ثابت ہے۔

تسبیح و تحمید اور تھلیل و تکبیر کی فضیلت کی خصوصی روایت

تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کی فضیلت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خصوصی روایت ثابت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا پیارے! آپ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہیے گا اور انہیں میرا یہ پیغام دیجیے گا: " **ان الجنة طیبة التربةعذ بة الماء و انھا قیعان وان عزاسھا سبحن اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر**" یعنی جنت کی زمین انتہائی پاکیزہ اور خوشگوار اور اس کا پانی بہت شیریں ہے نیز یہ کہ اس کے ایریا میں جگہ کی کافی گنجائش ہے جس کی شجرکاری یہ کلمات ہیں: **سبحن اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** (یعنی مسلمان

کے لئے ان کلمات کا ورد حصول جنت کا باعث ہے) ملاحظہ ہو۔ ﴿مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۲ بحوالہ ترمذی﴾

پس قطعاً یہ باور نہیں کیا جاسکتا جو چیز انہیں حضرت خلیل علیہ السلام کی جانب سے بارگاہ مصطفوی ﷺ سے امت کے لئے بطور تحفہ ملی ہو انہوں نے اسے عام کرنے کے بجائے اس سے منع کرنے کی ٹھان لی ہو جب کہ روایت میں اس کے مضمون عمل کی نوعیت کی تقیید و تخصیص اور پابندی بھی نہیں ہے بلکہ وہ عام اور مطلق ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عموم و اطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے قائل و فاعل تھے نیز ھیئت کذائیہ کو ناجائز سمجھنا بھی آپ سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف اس کے جواز و استحباب کا قائل و فاعل ہونا بھی ثابت ہے۔

عموم و اطلاق نصوص سے استدلالِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے بعض شرعی حدود کو پامال کرنے والی عورتوں کو ملعون قرار دیا اور فرمایا: " مالی لا العن من لعن النبیّ ﷺ و ھو فی کتاب اللہ " یعنی میں ایسیوں پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی اور یہ بات ہے بھی قرآن مجید میں۔ ایک خاتون نے عرض کی حضور! میں نے پورے قرآن کا مطالعہ کیا ہے میرے سامنے تو ایسی کوئی آیت نہیں آئی (تو آپ نے اس کی وضاحت فرمائیں) فرمایا: " واللہ لئن قرأتیہ لقد وجدتیہ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا " یعنی قسم بخدا اگر تم قرآن کو غور سے پڑھو تو تمہیں یہ بات اس میں ضرور مل جائے گی اور آپ نے اس کے لئے آیت کریمہ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا (کہ رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو) (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰ طبع کراچی﴾

اقول

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان عورتوں کو تجاوزات سے منع فرمایا اور خلاف ورزی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی جو " وما نھاکم فانتھوا " کے آتا ہے بناء بریں کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات خود کتاب اللہ میں موجود ہے جو اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن سنّت کے عام و مطلق نصوص کے جملہ افراد ان کے احکام کا محل سمجھتے تھے پس جب تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کی عام و مطلق نص ثابت اور خود انہی سے بھی مروی ہے تو حسبِ حکم عام و مطلق، روایت میں مذکور محفل ذکر بھی اس کا فرد ہو کر جائز و مستحب تھی جس سے محض ہیئت کذائیہ کے باعث ذکر الٰہی سے منع کرنا ان سے متصور نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے گا کہ آپ عموم و اطلاق نصوص سے

استدلال کے عدم جواز کے قائل تھے جو قطعاً خلاف واقع ہے جب کہ ھیئت کذائیہ کے جواز کا قائل ہونا بھی آپ سے صریحاً ثابت ہے۔

ثبوت جواز هیئت کذائیه و تعیین کیفیت از حضرت ابن مسعود رضی الله عنه

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابووائل فرماتے ہیں:" **کان عبدالله یذکر الناس فی کل خمیس**" یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمانے کے لئے جمعرات مقرر فرمائی۔ بالفاظ دیگر آپ جمعرات کی پابندی اور تخصیص کے ساتھ ہفتہ وار اجتماع اور محفل منعقد فرماتے تھے حالانکہ اس دن کی پابندی علیحدہ کسی نص شرعی سے ثابت نہیں ہے اور اس سے ان کا مقصود محض بغرض سہولت نیک عمل کے سرانجام دینے کے لئے وقت کی تعیین جو بعینہ ہمارا مئوقف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے:" **باب من جعل لا هل العلم ایّا ماً**" یعنی علم اور دینی مسائل سیکھنے والوں کے لئے اوقات کی تعیین کا بیان۔ جس سے ہمارے مئوقف کو مزید چار چاند لگ جاتے ہیں (و الحمداللہ علیٰ ذلک)

مکمل حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری ج ا ص ١٦ کتاب العلم طبع کراچی﴾

علاوہ ازیں مقبول و معتبر فی الباب روایت میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر درود شریف انتہائی خوبصورت انداز میں بھیجا کرو کیوں کہ وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے (مطلب یہ کہ خوش کن انداز ہوتا کہ آپ ﷺ خوش ہوں) لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں اس کا طریقہ تعلیم فرمائیں۔ فرمایا یوں کہو:" **اللهم ا جعل صلوٰتك و رحمتك وبركاتك على سيد المر سلين و اما م المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير و قائد الخير ورسول الرحمة اللهم ابعثه مقام محمودا يغبط به الاولون و الاخرون**" یعنی اے اللہ اپنا درود، اپنی خاص رحمت اور اپنی برکتیں نازل فرما اپنے بندۂ خاص اپنی پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر جو تمام رسولوں سے بڑی شان والے، جملہ اہل تقوٰی کے پیشوا، سب سے آخری نبی، نیکی کے امام اور رہبر اور سراپا رحمت ہیں اے اللہ روز قیامت آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس پر تمام اولین و آخرین رشک کریں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿سنن ابن ماجہ ص ٦٥ طبع قدیمی کتب خانہ﴾

جب کہ یہ ہیئت کذائیہ اور اس شکل کے ساتھ اور ان لفظوں سے رسول اللہ ﷺ سے دُرود صریحاً ثابت نہیں اس سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود نصوص شرعیہ کے عموم و اطلاق کے بعد کسی بھی امر کی ھیئت کذائیہ کے جواز کے قائل تھے۔ یا

لفاظ دیگر انہوں نے اس کی بنیاد ان آیات واحادیث پر رکھی جن میں الفاظ کی پابندی کے بغیر ہر صیغے سے درود پڑھنے کا جواز نکلتا ہے نیز جن میں آپ ﷺ کی خوشنودی کے حاصل کرنے کا مطلوب ہونا مذکور ہے جب کہ آپ کو راضی کرنا خدا کو راضی کرنا ہے۔(فا تضح ما قلناہ و الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذٰ الك)

جواب پنجم ﴿روایت خود گکھڑوی نظریات کے بھی خلاف ہے﴾

روایت ھٰذا کئی وجوہ سے خود گکھڑوی کے بھی خلاف ہے بناء بریں وہ اسے اپنے اوپر حجت نہیں مانتے تو ہم پر وہ اسے حجت بنا کر کیوں کر پیش کر سکتے ہیں۔بعض وجوہ یہ ہیں۔(۱) محدث دارمی اسے " باب فی کراھیة اخذ الرأی'' کے زیر عنوان لائے ہیں جس سے وہ اپنے اس دعوٰی کو ثابت کرنا اور یہ بتانا چاہتے ہیں کی دینی امور میں رائے سے کام لینا شرعاً ناپسندیدہ امر ہے اور اہل رائے مخالف شرع ہیں تو چاہیئے کہ گکھڑوی اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے ان تمام اسلاف کو خصوصاً احناف کو جو غیر منصوصہ میں اجتہاد و رائے سے کام لے کر ان کا حل بتانا جائز ہی نہیں سمجھتے ہیں اس پر عامل بھی ہیں انہیں بھی مخالفین شرع قرار سے کر اصول فقہ کے باب القیاس کو بھی قرآن وسنّت کی نفی ٹھہرائیں بلکہ اپنی کتاب ''مقام ابی حنیفہ'' کے اس حصہ کو بھی اس مد میں رکھیں جس میں انہوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ رائے سے کام لینے کو قرآن وسنت کا حصہ قرآر دیا ہے۔ملاحظہ ہو۔ ﴿ ص ۱۵۸،۱۹۸، ۱۴۰۵ھ طبع گوجرانوالہ ﴾

خلاصہ یہ ہے کہ دارمی صاحب کے طور پر یہ روایت خود گکھڑوی کے خلاف ہے پس اگر ''مقام ابی حنیفہ'' میں ان کا وہ بیان درست ہے تو پیش نظر روایت سے ان کا استدلال باطل ٹھہرا اور اگر ان کا یہ استدلال درست ہے تو ان کی کتاب مذکور حدیث سے متصادم ہو کر باطل ٹھہری۔ بالفاظ دیگر ''مقام ابی حنیفہ'' اور ''راہ سنت'' دونوں میں سے کسی ایک کو صحیح مان لینے سے دوسری کا قصہ ضرور تمام ہوتا اور گکھڑوی کا فیصلہ ہوتا ہے جب کہ یہ ہم پر قطعی حجت نہیں کہ ہمارے نزدیک نہایت ٹھوس دلائل کی روشنی میں یہ روایت ہی باطل ہے علاوہ ازیں دارمی موصوف کے دعویٰ اور دلیل میں بھی تصادم ہے کیوں کہ عنوان باب میں انہوں نے اخذ الرأی کو مطلقاً ناجائز کہا جب کہ دلیل میں رائے کے حجت ہونے کو نقل کیا ہے چنانچہ اس روایت میں ہے کہ حضرت موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:'' ما قلت لھم شیئاً انتظار رأیك او انتظار امرك'' یعنی میں نے آپ کی رائے یا حکم کے انتظار میں ان سے کچھ نہیں کہا۔

﴿سنن دارمی ج ا ص ۷۹﴾

اور مسلمہ اصول ہے کہ اذا تعا رضا تسا قطا۔ہاں گکھڑوی پر ضرور حجت ہے انہوں نے اس کا رد نہ کر کے اسے باقی رکھا اور گویا دارمی کے اس دعوٰی کے درست مانا ہے۔

(۲،۳) اوائل راہ سنت میں گکھڑوی نے کتاب ھٰذا کے لئے مجوزہ اصول اور سنّت و بدعت کا معیار بیان کرتے ہوئے کس امر پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ سنّت وہ ہے جو خیر القرون (صحابہ، تابعین واتباع) میں ہو اور بدعت وہ ہے جو ان سے ثابت نہ ہو جب کہ ان کا وہ کلیہ یہاں ٹوٹ چکا ہے کیوں کہ اس روایت کے مطابق جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ذاکرین اس جماعت کے اس عمل کے متعلق فرمایا تھا "انی رأیت فی المسجد انفاً امراً انکرته ولم ار و الحمد لله الا خیراً"، میں نے ابھی مسجد میں ایک کام دیکھا ہے جو ہے تو نیا مگر الحمد للہ میری رائے میں بہت ہی اچھا ہے (دارمی ج ۱ ص ۷۹) نیز معجم کبیر طبرانی میں یوں ہے "وانه لخیر" (ج ۹ ص ۱۲۷، ۸۶۳۶) جب کہ حضرت ابن مسعود نے اسے گکھڑوی کے حسب تصریح بدعت اور ضلالت بتایا جس سے ان دو حضرات میں سے کسی ایک کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں مسجد میں جمع ہو کر ذکر کرنے والے وہ سب لوگ کم از کم تابعین ضرور تھے جب پر گکھڑوی کے لفظوں میں حضرت ابن مسعود نے یہ حکم لگایا: " تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو (الیٰ) تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ، کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک حضرات صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (آگے فرمایا) اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو" (راہ سنّت ص ۱۲۳) پھر گکھڑوی نے اس روایت کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے "قلت بسند صحیح"، یعنی میں (گکھڑوی) کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے (راہ سنّت ص ۱۲۳) پس اگر یہ واقعی صحیح ہے تو ان کا خیر القرون والا کلیہ واقعتہً غلط ہے اور اگر وہ کلیہ صحیح ہے تو ان کی پیش کردہ روایت غلط قرار پائی۔ وھو المقصود

جواب ششم (معمولات گکھڑویہ اس کی زد میں)

اس سب سے قطع نظر اس کی زد میں پہلے نمبر پر خود گکھڑوی اور ان کی جماعت آرہی ہے کیوں کہ ان کے ہاں بیشمار معمولات ایسے ہیں کو ان کے مقرر کردہ معیار کے مطابق بدعت سیّئہ قرار پائے ہیں مثلاً دین کے نام پر بنائے گئے ان کے مدارس اور ان کا مروّجہ نصاب و نظام تعلیم کہ نفس تعلیم و تعلّم کا حکم تو قرآن و سنّت میں وارد ہے مگر اس کے لئے اوقات و کیفیات کی تعیین جو وہ کر رہے ہیں بہ ہیئت کذائیہ قرآن و حدیث سے قطعاً ثابت نہیں۔ اس سب کی مع مزید تفصیل حدیث خیر القرون کی ابحاث میں گزر چکی ہے۔ علاوہ ازیں خانقاہی نظام بھی مذہب دیوبند کا حصہ ہے جس میں یہ سب امور پائے جاتے ہیں اور ان کی جماعت کے مجوّزہ پیر لوگوں کو قائل کر کے اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے وہی سب کر رہے ہیں کس کی تردید کے لئے گکھڑوی نے بڑے طمطراق سے یہ روایت پیش کی ہے۔ وہی حلقے، وہی شمارے، وہی ہدایات، وہی مقررہ

تعداد میں وظیفے، چلے اور مل کر ذکر وغیرھا۔ خلاصہ یہ کہ اگر گکھڑوی کا پیش نظر بیان درست ہے تو قطعی طور پر اس کی زد میں آ کر وہ خود ہی بدعتی ہیں کیوں کہ اس روایت کے حوالہ سے انہوں نے بدعتیوں اور گمراہوں کی نشانیاں تجویز کی ہیں وہ ایک ایک کر کے سب ان میں اور ان کی جماعت میں بطریق اتم موجود ہیں۔ سچ ہے

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

جهالت یا تلبیس

دلائل وحقائق کی رو سے گکھڑوی کی پیش کردہ یہ روایت از حد غلط ہے پھر بھی گکھڑوی نے اس کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھ دیا ہے ”قلت بسند صحیح“ یعنی میں (گکھڑوی) کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (راہ سنّت ۱۲۳) پس اگر انہیں اس کی عدم صحت کا علم نہ تھا تو اس پر حکم صحت لگانا ان کی جہالت ہوا اور اگر انہیں اس کا علم تھا اس کے باوجود انہوں نے اسے صحیح قرار دیا تو یہ ان کی شدید تلبیس ہوئی۔

هیرا پھیری

گکھڑوی نے تلخیص کا تأثر دے کر روایت ھٰذا مکمل پیش نہیں کی جس سے ان کا اصل مقصد روایت کے ان اجزاء کو لوگوں سے چھپانا ہے جو ان کے نظریات سے جوڑ نہیں کھاتے تھے جیسے ”کنا نجلس علیٰ باب عبداللہ بن مسعود الخ“ وغیرھا جن کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے جسے ان کی ہیرا پھیری نہ کہا جائے تو یہ کیا کہا جائے؟

جواب هفتم ﴿سلف نے بھی اس کی تردید وتغلیط کی ہے﴾

مزید جواب یہ ہے کہ روایت ہذا کی تردید کرتے ہوئے علماء سلف بھی اسے غیر صحیح اور کم از کم مؤوّل قرار دے چکے ہیں۔ اس سلسلہ کی علامہ ابن ملقّن اور امام علامہ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات آئندہ سطور میں عنقریب آرہی ہیں۔ فيلا حظ تيك هناك

حضرت ابن مسعود ضی الله عنه کے منع فرمانے کی وجه

سطور گزشتہ پیش کردہ ہمارے حقائق ودلائل کی رو سے جب یہ متعین ہوگیا ہے کہ یہ قطعاً نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابن مسعود نے ان لوگوں کو اس لئے منع فرمایا ہو کہ وہ تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کر رہے تھے کیوں کہ یہ کوئی جرم نہیں بلکہ مطلوب شرع ہے اور خود حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً منقول بھی ہے اور نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے محفل کی ہیئت کذائیہ کی بنیاد پر انہیں اس سے روکا ہو کیوں کہ عام ومطلق حکم شرعی کے بعد کسی مقصد صحیح مثلاً سہولت وغیرہ کے پیش نظر اس کی تعین وتکیف کے جواز کے آپ قائل تھے اس سب کی باحوالہ تفصیل آچکی ہے تو لامحالہ منع کی وجہ قطعاً، یقیناً، حتماً وجزماً کوئی شرعی خرابی تھی

جواس وقت محفل میں موجود تھی اگر چہ صراحتاً، نصاً مذکور نہیں جس کا پتہ مکمل روایت کے دیکھنے سے بآسانی چل جاتا اور اس کی اصل وجہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی اکثریت بدمذہب تھی اور حالاً یا مالاً خارجی تھے جو مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد رکھنے کی غرض سے ذکر اذکار کے بہانے اور تسبیح وتہلیل وتکبیر کے حلقوں کے دام تزویر اور حال کے ذریعہ مستقبل میں مختلف گروپوں میں تقسیم کرنا چاہتے تھے کیوں کہ بذات خود اور فی نفسہ حلقات ذکر ممنوع یا مکروہ نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ومحمود ہیں جس کی مکمل باحوالہ تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے جب کہ تفرقہ پیدا کرنے والے حلقات کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ چنانچہ پیش کردہ اسی روایت کے لفظ ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ”**رأیت فی المسجد قوما حلقاً جلوساً**“ میں نے کچھ لوگوں کی ایک قوم کو مسجد میں مختلف حلقے قائم کئے ہوئے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

نیز فرمایا: ”**فی کل حلقة رجل**“ ہر حلقہ پر ایک ایک شخص (ایسا) ہے (جو شرکاء کی نقابت کر رہا ہے) کچھ آگے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے: ”**حتی اتی حلقه من تلك الحلق فوقف علیهم**“ آپ چلے یہاں تک ان حلقوں میں سے ایک حلقہ پر آٹھہرے۔ تھوڑا سا آگے ہے کہ حضرت کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے جب یہ کہا ”**ما اردنا الا الخیر**“ ہمارا مقصد نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے تو آپ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: ”**وکم من مرید للخیرلن یصیبه ان رسول الله ﷺ حدثنا ان قوما یقرئوون القرآن لا یجاوز تراقیهم و الم الله ما ادری لعل اکثرهم منکم کم تولی عنهم**“، یعنی بہت سے لوگ نیکی کے عنوان سے کام کرتے ہیں مگر وہ اس میں بالکل مخلص نہیں ہوتے بناء بریں اس کا فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا ایک قوم آئی جو قرآن پڑھے گی مگر وہ اس کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں از خود نہیں جانتا البتہ اس ارشاد کی روشنی میں مجھے لگتا ہے کہ ان کی اکثریت تمہیں سے ہوگی۔ یہ کہ کر آپ واپس چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ (جو روایت ہذا کے مرکزی راوی اور تابعی ہیں ۸۵ھ میں وفات پائی) فرماتے ہیں: ”**رأینا عامة او لئك الحلق یطاعنونا یوم النهروان مع الخوارج**“ یعنی ہم نے نہروان کی جنگ کے موقع پر خود ۳۸ھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ذکر کے حلقے منعقد کرنے والے وہ سب لوگ (امام الحق امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے رفقاء کرام کے مقابلہ میں) فرقہ خوارج کے ساتھ تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿سنن دارمی ج ا ص ۷۹ طبع مذکور اوّلاً﴾

اقول

دنیائے علم پر مخفی نہیں "یقرئوون القرآن ولا یجاوز تراقیھم" اوراس مضمون کی احادیث فرقہ خوارج سے تعلق رکھتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے جن کی پیشگوئی فرمائی تھی اور خواص صحابہ کرام کو ان کی خاص علامات سے بھی باخبر فرمایا تھا جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ آپ نے وہ علامات ان لوگوں میں دیکھیں پھر انہیں اس حدیث کا مصداق قرار دیا اس سلسلہ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود کے آگے طریق ادب اپناتے ہوئے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے راہ تکبر کو اپنایا اور " ما اردنا الا لخیر " کی بھڑک ماری جو بعینہ منافقین کا طرز کلام تھا چنانچہ قرآن مجید میں ان کے متعلق "قالو ا انما نحن مصلحون" نیز فرمایا۔ " یحلفون با للہ ان اردنا الا احسانا و توفیقاً" نیز "و لیحلفنّ ان اردنا الاّ الحسنیٰ " ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم نے قسم بخدا نیکی اور بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا۔

﴿پ ا سورۃ البقرۃ۔ پ ۵ النساء۔ پ ۱۱ التوبۃ﴾

خلاصہ یہ کہ وہ لوگ خوارج تھے جو مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد رکھنے کی غرض سے حلقات ذکر کا سہارا لے رہے تھے پس حضرت ابن مسعود نے سدِّ باب فتنہ فرماتے ہوئے انہیں سخت سست کہا اور ڈانٹا۔

مجرمانہ خیانت

گکھڑوی نے حدیث کا یہ حصہ بھی نقل نہیں کیا اور یہ مجرمانہ خیانت اس لئے کی ہے کہ خود بھی اس کے بنیادی لوگوں میں سے ہیں جن کا اعتقادی سلسلہ نسب انہی خوارج سے ملتا ہے جس کے بے شمال دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ فرقہ خوارج کی جڑ بنوتمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام حرقوص تھا جو ذوالخوصرہ کے لقب سے معروف تھا۔ اس نے کھلے بندوں حضور امام الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمے بولے تھے۔ جب وہ پیٹھ دے کر چلا تو آپ ﷺ اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ اس کی پوری نسل ہے جس کا نیک اعمال پر بہت زور ہوگا حتی کہ تم بھی ان کے نماز روزہ کو دیکھو گے تو کہو گے ہمارے اعمال ان کے پورے عملوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں قرآن کی ایسی تلاوت کریں گے کہ دنگ رہ جاؤ مگر وہ ایمان سے بالکل فارغ ہوں گے قرآن ان کی زبانوں تک ہوگا جو ان کے گلوں سے نیچے (دل میں) ذرہ بھر بھی نہیں ہوگا۔ قرآن و حدیث کی رٹ لگائیں گے اور مختلف شکلوں میں قیامت تک نکلتے رہیں گے ان کا آخری حصہ دجال کا سرتوڑ حامی ہوگا جس کی مکمل تفصیل صحیحین وغیرھما میں موجود ہے۔

گکھڑوی اور ان کی جماعت بھی محبوبان خدا خصوصاً حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخانہ انداز رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر اس وقت کے عرب و عجم خصوصاً حرمین طیبین اور برصغیر کے سینکڑوں ائمہ اسلام نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا اور

درحقیقت ان کا مابہ الامتیاز بھی یہی ہے امر ہے۔ اس کی مکمل تفصیل مصباح سنت حصہ اول میں گذر چکی ہے بناء بریں ان کے خارجی ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔ حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے جگر پاروں سے عداوت رکھتے ہیں۔ یہ علامت بھی گکھڑوی جماعت میں علی الوجہ الاکمل موجود ہے۔ انہی کی جماعت کے سرغنہ محمود عباسی خارجی اور ابو یزید بٹ خارجی نے بالترتیب ''خلافت معاویہ و یزید'' اور ''رشید ابن رشید'' کے نام سے موٹی موٹی کتابیں وضع کیں جن میں خصوصیت کے ساتھ امیر المؤمنین شہید کربلا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو منہ بھی کر گالیاں بکیں جن پر اس جماعت کے کئی بڑوں کی تصدیقیں اور تقریظیں ثبت ہیں جو اس جماعت کی خارجیت پر شاہد عدل ہیں۔

اس سب سے بڑھ کر یہ کہ دور حاضر میں ان کی اعتقادی ہمدردیاں مولوی ابن عبدالوہاب نجدی سے وابستہ ہیں اور گکھڑوی کا بانیان مذہب سے مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب فتاوٰی رشیدیہ میں بہت پہلے اس کا واضح اشارہ دے چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو﴿ فتاوٰی رشیدیہ ص ۲۹۷ مطبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ﴾

جب کہ ان کے پیشرو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب المہند المعروف عقائد علماء اہل دیوبند میں نہایت درجہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک ابن عبدالوہاب نجدی کا حکم شرعی وہی ہے جو امام علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المعروف فتاوٰی شامی میں بیان فرمایا ہے کہ یہ شخص فرقہ خوارج سے تھا جب کہ کتاب مذکور پر کم وبیش دو درجن علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط ہیں جن میں صدر دیوبند مولوی محمود الحسن گکھڑوی کے حکیم الامت مولوی تھانوی سرفہرست ہیں جب کی ماضی قریب میں گزرے دیوبندی عالم مولوی عبدالشکور ترمذی نے دو درجن تصدیقات کا مزید اضافہ کیا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿ ۴۵، ۴۷، ۸۸، ۱۰۶، نیز ۱۷۵ تا آخر طبع انارکلی لاہور ﴾

بناء بریں یہ گکھڑوی جماعت کی خارجیت کا ایک اور ٹھوس ثبوت ہے جس کی مزید تائید صدر دیوبند مولوی انور شاہ کشمیری کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو ابن عبدالوہاب مذکور کے متعلق ان کی کتاب یتیمۃ البیان میں ہے۔ نیز ایک اور صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے اس کے متعلق اس بیان سے بھی جو انہوں نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں دیا اور نہایت صاف اور صریح الفاظ میں ابن عبدالوہاب موصوف اور اس کی جماعت کو گستاخ رسول ﷺ قرار دیا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿ ۴۲، ۴۷، طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ﴾

نوٹ

واضح رہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی مذکور کے متعلق گکھڑوی کے اکابر کی تضاد بیانی ان کی جماعتی پالیسی کا حصہ ہے کہ وہ ہر دور میں ہر اہم مسئلہ میں اپنے دو دو گروپ رکھتے ہیں تا کہ وہ دونوں طرف سے مطلوبہ مفادات حاصل کر سکیں جیسا

کہ تحریک پاکستان کے حوالہ سے ان کے رویہ سے واضح ہے دلیل یہ ہے کہ بعد کے دیوبندی علماء نے جب اہل نجد کو برسر اقتدار دیکھا اور انہیں ان سے ریالی امداد درکار ہوئی تو انہوں نے اپنے ان اکابر کے مذکور اقوال کی بے جا تاویلات شروع کر دیں اور اپنے آپ کو اہل نجد کا حقیقی خیر خواہ ثابت کرنے کی کوششیں کی جو تا حال جاری ہیں اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو دور حاضر میں گکھڑوی جماعت کے ذمہ دار فرد مولوی مکی سعودی گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کر کے مطاف کعبہ میں بیٹھے کھڑے اپنے دروس میں انتہائی پُر جوش طریقہ سے ان کی قصیدہ خوانیاں کیوں کرتے ہیں؟

خلاصہ یہ کہ گکھڑوی نے زیر بحث روایت کا مبحث فیہ حصہ محض اس لئے اڑا اور چھپا دیا ہے کہ اس سے اس کی نشاندہی ہوتی تھی کہ یہ دراصل ہے ہی ان کی اپنی جماعت کے بارے میں تو دھوکہ دینے کہ لئے انہوں نے یہ کارنامہ سر انجام دیا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا با للہ العلی العظیم**

اب سنئے کہ رسول اللہ نے تفرقہ کا باعث بننے والے حلقہ جات کو سخت ناپسند فرمایا، چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**خرج علینا رسول اللہ ﷺ فرانا حلقاًفقال مالی اراکم عزین**" یعنی رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ہمیں ملاحظہ فرمایا کہ ہم مختلف حلقوں میں منقسم ہو کر متفرق طور پر بیٹھے تھے تو آپ نے ہم سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں بکھر کر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ اھ ماار دنا

ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۱ طبع کراچی۔ نیز مسند احمد ج ۵ ص طبع مکۃ المکرّمہ﴾

کنکریوں ، گٹھلیوں اور تسبیح کے دانوں پر پڑھنا

روایت ہذا میں کنکریوں (یعنی شماروں اور تسبیح کے دانوں پر وغیرہ) پر پڑھنے کا ناجائز ہونا بھی بیان کیا گیا ہے جب وہ بھی احادیث صحیحہ کثیرہ۔ فتاوٰی ائمہ شان اور اقوال سلف صالح سے ثابت ہے جس کے ممنوع ہونے کی کوئی شرعی وجہ بھی نہیں ہے اس کے جواز پر بعض ائمہ وعلماء اسلام کی مستقل تحریرات موجود ہیں چنانچہ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "**المنحۃ فی السبحۃ**" کے عنوان سے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جو مختصر مگر انتہائی جامع وعمدہ ہے اور "**لاعطر بعد العروس**" کا مصداق۔ اس مبحث کی تکمیل میں زیادہ تر اسی سے استفادہ کیا گیا اور برکت لی گئی ہے۔ بعض دلائل اور نقول حسب ذیل ہیں

احادیث مرفوعہ سے ثبوت

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "**رأیت النبی ﷺ یعقد التسبیح بیدہ**"، یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ورد کو پڑھتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ مبارک (کی انگلیوں پر) شمار فرما

رہے تھے۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ابی شیبہ وحاکم قال السیوطی وصححہ﴾

۲۔ حضرت بسیرہ رضی اللہ عنھا جومہاجرات میں سے تھیں فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ”**علیکن بالتسبیح و التهلیل و التقدیس ولا تغفلن فتنسین التوحید وا عقدن بالانامل فانهن مسئولات و مستنطقات** “ یعنی سبحان اللہ، کلمہ طیبہ اور حمد وثناء الٰہی کو لازم پکڑو ان سے غفلت برت کر اللہ کی تعریف کو مت بھولنا اور انگلیوں کے پورے پر گن کر پڑھو کیوں کہ روز قیامت ان سے سؤال ہوگا اور ان سے گواہی لی جائے گی۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، حاکم وابن ابی شیبہ﴾

اقول

یہ دوحدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ گن کر پڑھنا مسنون ہے جو حدیث قولی اور فعلی دونوں سے ثابت ہیں۔اور یہ شمارے اور دانوں والی تسبیح کی بھی اصل ہیں کہ مقصد شمار کرنا اور ہاتھوں کو نیکی میں استعمال کرنا ہے جو شماروں وغیرہ سے بھی حاصل ہے۔خصوصاً ورد جب زیادہ تعداد میں ہو اور عقد انامل سے کام نہ چل سکتا ہو تو شماروں اور دانوں والی تسبیح کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوگا۔مزید پڑھئے:۔

۳۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:” **انه دخل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی امرأة و بین یدیها نوی ۔ او حصی ۔ تسبح فقال الا اخبرك بما وهوالیسر علیك من هٰذا و افضل؟قولی سبحان الله عدد ماخلق فی السماء و سبحٰن الله عدد ما خلق فی الارض وسبحٰن الله عدد ما بین ذلك و سبحٰن الله عددها هو خالق والله اکبر مثل ذلك ولحمد لله مثل ذٰلك و لا اله الا لله مثل ذٰلك ولا حول ولا قوة الا با الله مثل ذٰلك**“، یعنی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتون کے ہاں جلوہ گر ہوئے جن کے آگے گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں اور وہ ان پر شمار کر کے خصوصاً **سبحٰن الله** کا ورد پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے آسان اور افضل طریقہ نہ بتاؤں؟ تم یوں کہو **سبحان الله عدد ما خلق فی السماء** میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہوں آسمانی مخلوق کی گنتی کے برابر الخ ملاحظہ ہو۔﴿مشکوۃ ۲۰۱ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔ نیز الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان وحاکم۔سیوطی فرماتے ہیں ترمذی نے اسے حسن اور حاکم صحیح کہا ہے﴾

اقول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسر وافضل طریقہ کی طرف رہنمائی فرمائی گٹھلیوں یا کنکریوں پر پڑھنے سے منع نہیں فرمایا پس

یہ شماروں پر پڑھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ خاتون حضرت امّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جیسا کہ آئندہ روایت سے واضح ہے حالانکہ یہ دو مختلف خواتین کے الگ واقعے ہوں تو پھر وہ خاتون امّ المؤمنین کے علاوہ ہوں گی بناء بریں تعدد طرق کے باعث حدیث کی قوت اور بھی بڑھ جائے گی۔

۴۔امّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”**دخل علی رسول اللہ ﷺ و بین یدی اربعۃ آلاف نواۃ اسبح بھن فقال ما ھٰذا یا بنت حیی؟ قلت اسبح قال قد سبحت منذ قمت علی رأسك اکثر من ھٰذا ۔ قلت علمنی یا رسول اللہ ﷺ قال قولی سبحٰن اللہ عدد ما خلق من شئی**“ یعنی رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں اپنے آگے چار ہزار گٹھلیاں (شمارے) رکھ کر پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: اے بنت حیی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ان پر شمار کر کے پڑھ رہی ہوں تو آپ نے فرمایا میں نے اس تھوڑے سے وقت میں کہ جتنا آپ کے پاس رکا ہوں، اس سے شمار میں زیادہ پڑھ لیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ طریقہ مجھے بھی تعلیم فرمائیں آپ نے فرمایا ہوں کہو ”**سبحٰن اللہ عددماخلق من شئیی**“ میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہوں اس لی جملہ مخلوق کی گنتی کے برابر۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ترمذی، حاکم وطبرانی۔علامہ فرماتے ہیں”صحیح ایضاً“یعنی یہ حدیث بھی صحیح ثابت ہے﴾

اقول

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل اشیاء اباحت ہے اور جب تک منع کی دلیل نہ ہو عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا نیز یہ کہ کسی امر کے جواز کے لئے الگ سے صریح دلیل کے ہونا کچھ لازم نہیں۔عمومی واطلاقی دلائل اور قوائد شرعیہ سے اس کا جواز ثابت ہونا بھی کافی ہے کیونکہ امّ المؤمنین نے شمارے جمع کر کے ان پر پڑھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مستقلاً اجازت نہیں لی تھی یعنی یہ عمل انہوں نے آپ سے پوچھے بغیر کیا تھا ورنہ ” **ما ھٰذا یا بنت حیی**“ کے سوال کا کیا مطلب؟ اس سے ہیئت کذائیہ کے (**من حیث ھی ھی**) بدعت سئیہ نہ ہونا بھی ثابت ہوا جس سے گکھڑوی کلیہ ایک بار پھر پاش پاش ہو گیا کہ تسبیح کا جواز واستحباب آیات واحادیث میں مصرح تھا مگر گٹھلیاں جمع کر کے ان پر پڑھنے کی علیحدہ آیت یا حدیث نہ تھی پھر بھی امّ المؤمنین نے اس خاص صورت سے عمل کیا۔رسول اللہ ﷺ نے اس پر انکار نہ فرما کر ہیئت کذائیہ کے جواز پر مہر تصدیق ثبت فرمادی پس گکھڑوی بتائیں کہ ان کے ہاتھوں میں کیا رہ گیا ہے؟ (**و الحمد للہ علیٰ ذلك**)

۵۔حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً مروی ہے آپ سے نے ارشاد فرمایا: " **نعم المذکر السبحة**" شماروں والی تسبیح بہت خوب ہے کہ ورد یاد دلاتی ہے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ مسند الفردوس﴾

احادیث موقوفه سے

۱۔ " **ان سعد بن و قاص رضی الله عنه کان یسبح بالحصٰی**"یعنی **احد العشرة المبشره** سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کنکریوں پر گنتی کر کے ورد فرماتے ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن سعد عن حکیم بن الدیلمی﴾

۲۔" **عن مولاة لسعد ان سعداً کان یسبح با لحصیٰ**" حضرت سعد کی ایک کنیز شرعی سے مروی ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے پتھر جمع کر کے ان پر شمار کر کے پڑھتے تھے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن ابی شیبہ﴾

۳۔ " **عن ابی سعید الخدری انه کان یسبح بالحصیٰ** " یعنی حضرت ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ کنکریوں پر ورد فرماتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ﴾

۴۔حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے "**انه کان له خیط فیه الفاعقدة فلا ینام حتی یسبح به**" آپ کا ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں جن پر شمار کر کے آپ سونے سے پہلے بلاناغہ پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ زوائد الزھد لعبد اللہ بن الامام احمد عن نعیم محرز بن ابی ھریرۃ﴾

۵۔۔ " **عن ابی هریرة انه کان یسبح بالنوی المجزع**" یعنی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ایسی گھٹلیوں پر شمار کر کے ورد پڑھتے تھے جو کثرت استعمال سے گھس جانے کے باعث چمکیلی ہو چکی تھیں۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن سعد﴾

۶۔آپ کے متعلق ایک روایت ہے:" **معه کیس فیه حصی او نوی فیسبح به حتی نیفد**" یعنی آپ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں تھیں تو آپ ایک ایک کر کے ان پر ورد فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن ابی شیبہ عن رجل من الطفاوۃ﴾

۷۔انہی کے بارے میں منقول ہے:"**کان له خیط فیه الفا عقدة فکان لا ینام حتی یسبح به ثنتی عشرة الف تسبیحة** " یعنی آپ کے پاس ایک دھاگا تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں آپ رات کو سونے سے قبل اس پر بارہ ہزار بار "سبحٰن اللّٰہ " کا ورد فرماتے تھے۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد عن عکرمہ﴾

۸۔طفاوہ کے ایک شیخ سے مروی ہے انہوں نے کہا مجھے مدینہ منورہ میں حضرت ابوھریرۃ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا تو میں نے آپ سے بڑھ کر نیکی پر کمر بستہ اور بہت مہمان نواز کوئی نہ دیکھا ایک بار میں آپ کے حضور حاضر تھا آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے "و معه کیس فیه حصی او نوی الخ" آپ کے پاس کنکریوں یا گٹھلیوں کی ایک تھیلی تھی آپ ان پر پڑھتے جب مکمل پڑھ لیتے تو آپ کی ایک سیاہ فام لونڈی انہیں دوبارہ تھیلی میں ڈال کر پیش کرتی آپ ان پر ورد فرماتے

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد محولاً عن سنن ابی داؤد﴾

۹۔قاس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے انہوں نے کہا:" کان لابی الدرداء نوی من نوی العجوۃ فی کیس فکان اذا صلی الغداۃ اخرجھن واحدۃ یسبح بھن حتی ینفدون" یعنی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس (مدینہ منورہ کی جنتی کھجور) عجوہ کی گٹھلیوں کی ایک تھیلی تھی جسے آپ روزانہ بعد نماز فجر مکمل پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳ بحوالہ کتاب الزہد للامام احمد حنبل رضی اللہ عنہ﴾

۱۰۔آپ کے متعلق مزید مروی ہے:" انه کان یسبح فی الیوم مائۃ الف تسبیحۃ" یعنی آپ روزانہ ایک لاکھ بار تسبیح پڑھتے تھے ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۴ بحوالہ تحفۃ العباد عن الکمال للحافظ عبدالغنی المقدسی﴾

۱۱۔نبی کریم ﷺ کے زرخرید غلام حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے" یجاء بزنبیل فیه حصی فیسبح به الی نصف النهار ثم یرفع فا ذا صلی الاولیٰ اتی به فیسبح به حتی یمسی" یعنی آپ صبح سے دوپہر تک پھر دوبارہ شام تک کنکریوں پر تسبیح پڑھتے تھے۔(ملخصاً)

۱۲۔یونس بن عبید نے اپنی والدہ سے روایت کیا انہوں نے کہا میں صحابئ نبی ﷺ حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کو جو ہمارے پڑوسی بھی تھے، دیکھا کہ " کان یسبح بالحصیٰ "آپ کنکریوں پر شمار کر کے ورد پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۲ بحوالہ کتاب الزھد للامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ الاحد﴾

۱۳۔زاذان تابعی فرماتے ہیں میں نے امّ یعفور کے کچھ شمارے (جن پر وہ ورد فرماتی تھیں) لئے اس کے بعد میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:" اردد علیٰ امّ یعفور تسا بیحها" امّ یعفور کے یہ شمارے انہیں واپس دے کر آؤ۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳ بحوالہ ابن ابی شیبہ﴾

احادیث مقطوعہ سے

احادیث موقوفہ (یعنی روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے زیرعنوان جتنی روایات گزری ہیں وہ جن تابعین کے ذریعہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہاں پر تابعین کرام کے معمولات کی بعض خصوصی روایات کا لانا مقصود ہے اس لئے ہم انہی پر اکتفا کررہے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔امیر المؤمنین شیر خدا کی پوتی سیّد الشہداء حضرت حسین کی شہزادی حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت ہے: " **انها كانت تسبح بخيط معقود فيها** " آپ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس پر گرہیں لگی ہوئی تھیں آپ ان گرہوں پر شمار کرکے تسبیح فرماتی تھیں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ طبقات ابن سعد﴾

۲۔سلمہ بن شبیب نے کہا:" **كان خالد بن معدان يسبح في اليوم اربعين الف تسبيحة سوى ما يقرأ فلما وضع ليغسل جعل با صبعه كذا يحركها يعني با تسبيح** "، یعنی جلیل القدر تابعی حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ دیگر معمولات کے علاوہ چالیس ہزار بار **سبحٰن اللہ** پڑھتے تھے پس آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے جنازہ کو غسل کے لئے رکھا گیا اور دیکھا گیا تو آپ اپنی انگلی اسی طرح ہلا رہے تھے جس طرح ورد کے دوران اپنی حیات ظاہرہ میں ہلاتے تھے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۴ بحوالہ تحفۃ العباد عن الکمال للحافظ عبدالغنی المقدسی﴾

۳۔امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی روایت فرمودہ حدیث مسلسل بالسبحۃ نقل فرمائی ہے جو امام المفسرین والمحدثین والفقہاء ومرکز سلاسل الصوفیاء الکرام پیر پیراں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی سے لے کر آخر تک جس بھی شیخ نے یہ روایت اپنے تلامذہ سے بیان کی تو اپنے ہاتھوں میں شماروں والی تسبیح لے کر بیان کیا حضرت امام موصوف کے ہاتھ میں تسبیح کو دیکھ کر آپ کے تلمیذ نے آپ سے پوچھا: حضور! آپ اتنے بڑے رتبہ کے حامل اور حسن عبادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود ابھی تک اپنے ہاتھ میں شماروں والی تسبیح رکھے ہوئے ہیں (یعنی آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے یہ تو مبتدیوں کی لئے ہوتی ہے)؟ تو آپ نے اسے جواباً ارشاد فرمایا: " **شئی کنا استعملناه في البدايات ما كنا نتركه في النهايات احب ان اذكر الله بقلبي و في يدي ولساني** " یعنی یہ ایسی چیز ہے جسے ہم نے ابتداء سلوک میں استعمال کیا ہے تو مدارج علیا پر پہنچنے کے بعد اس کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا (یعنی یہ ہماری ترقی کا ایک ذریعہ بنی اس لئے ہمیں اس سے محبت ہے) میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے دل، ہاتھ اور زبان ہر ایک سے اللہ کا ذکر کروں۔ (ملخصاً)

ملاحظ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۵ بحوالہ وفات الاعیان للقاضی ابی العباس احمد بن خلکان﴾

مختلف اسلاف سے

۱۔امام ترمذی اپنی سند سے لکھتے ہیں:" **کان عمیر بن ھانی یصلی کل یوم الف سجدۃ ویسبح مائۃ الف تسبیحۃ**" یعنی عمیر بن ہانی کا معمول تھا کہ وہ روزانہ ایک ہزار بار ایک ہزار رکعت نفل اور ایک لاکھ بار تسبیح فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿جامع ترمذی ج ۲ص ۱۷۷،ابواب الدعوات باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام۔طبع دہلی﴾

۲۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح دیکھی گئی تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر اونچا مقام رکھنے کے باوجود ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: " **طریق وصلت بہ الی ربی لا ا فارقہ**" یعنی جس کے ذریعہ مجھے اپنے رب کا قرب حاصل ہوا اسے میں اپنے سے جدا نہیں کرسکتا۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۴ بحوالہ تاریخ ابن خلکان﴾

۳۔ابو القاسم ھبۃ اللہ بن حسن الطبری نے اپنی کتاب کرامات الاولیاء اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں ایک تسبیح ہوتی تھی ایک رات آپ اسے اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے ہوئے تو وہ ان کی کلائی میں خود بخود گھومنے لگی اور بآواز بلند یہ ذکر کرنے لگی:۔" **سبحانک یا منبت النبات و یا دائم الثبات**" اے روئیدگی کو اگانے والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے میں تیری تسبیح کہتی ہیں۔حضرت نے اپنی اہلیہ کو بلا کر فرمایا:"**ھلمہ یا امّ مسلم وانظرنی الی اعجب الاعا جیب**" یعنی اے ام مسلم! آؤ اور اس انتہائی حیران کن امر کو دیکھو وہ آئیں تو انہوں نے دیکھا" **والتسبیحۃ تدور تسبح**"الخ تسبیح خود گھوم کر پڑھ رہی تھی جو کچھ دیر کے بعد رک گئی۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۴،۵،۶﴾

۴۔حضرت شیخ امام عارف باللہ عمر البزاز نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابو الوفاء کاکیش نے حضرت سیدی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کو ایک تسبیح ھدیہ کی تو"**اذا وضعھا علی الارض تدور وحدھا حبۃ حبۃ**" آپ اسے زمین پر رکھتے اس کا دانہ دانہ خود بخود چلنے لگ جاتا تھا (قدس اللہ اروا حھم)

۵۔صاحب کتاب تحفۃ العباد لکھتے ہیں:" **و قد اتخذ السبحۃ سادات یشار الیھم ویئوخذعنھم ویعتمد کابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ (الیٰ)ومن المعلوم المحقق ان المائۃ الف بل و الاربعین الفا وا قل من ذالک لایحصر بالانامل فقدصح بذالک وثبت انھما کان یعدان بآلۃ**" یعنی شماروں والی تسبیح بنانا ایسے

یسے حضرات سے ثابت ہے جو دین میں پیشوائی کا درجہ رکھتے اور مرجع خلائق تھے جن پر امت کو پورا پورا اعتماد ہے جیسے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نیز حضرت ابو درداء صحابی اور حضرت خالد بن معدان تابعی کا روزانہ لاکھ لاکھ اور چالیس چالیس ہزار بار تسبیح پڑھنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ ان کے پاس شماروں والی تسبیحین تھیں جو الگ سے روایات سے ثابت بھی ہے ورنہ اتنی بڑی تعداد کو انگلیوں پر گننا کیوں کر متصور ہوسکتا ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۴۰۳﴾

۶۔ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مسلسل بالسبحۃ (جو گزشتہ سطور میں مختصراً مذکور ہوچکی ہے) کے نقل فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: " **فلو لم یکن فی اتخاذ السبحۃ غیر موا فقۃ ھٰؤلاء السادۃ و الدخول فی سلکھم و التماس برکتھم بھٰذا لاعتبار من اھم الامور و آکدھا فکیف بھا وھی مذکرۃ باللہ تعالیٰ**" یعنی تسبیح لے کر پڑھنا سادات امت کے معمولات سے ہے تو اس سے مقصود اگر ان نفوس قدسیہ سے موافقت، ان کے زمرے میں شمولیت اور ان کی نسبتوں کی برکت نہ بھی ہو تو ہاتھ میں تسبیح لینے کی حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی کہ ہمارے اوائل حالات کی ساتھی ہے اور اس سے یاد الٰہی پر معاونت ملتی ہے اس اعتبار سے بھی اس کے انتہائی اہم اور مئوکد ہونے کا پتہ چلتا ہے اور اس کا انکار بھی کیسے کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی یاد دلاتی ہے۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵﴾

۷۔ مزید فرماتے ہیں: " **فانظر یا اخی الیٰ ھٰذہ الآیۃ المبارکۃ الظاھرۃ وما جمع فیھا من خیری الدنیا و الاٰخرۃ ولم ینقل عن احد من السلف ولا من الخلف المنع من جواز عد الذکر بالسبحۃ بل کان اکثرھم یعدونہ بھا ولا یرون ذلك مکروھا**" تو میرے بھائی دیکھیں اس پر نور آیت مبارکہ میں دنیا وٓ آخرت کے کتنے فوائد ہیں اور سلف وخلف (متقدمین ومتاخرین) میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے شماروں والی تسبیح کو ناجائز قرار دیا ہو بلکہ اکثر سے استعمال میں لانا ثابت بھی ہے اور اس میں وہ کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵﴾

پیشوائے گکھڑوی سے

گکھڑوی کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی نے حدیث ام المؤ منین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے: حدیث تقریری سے اس تسبیح متعارف کا جواز نکل آیا (الیٰ) پس جو شخص اس کو بدعت کہے اس کا قول معتبر نہیں حضرات مشائخ نے اس کو تازیانۂ شیطان کہا ہے'' اھ بلفظہ ملخصاً ملاحظہ ہو۔ ﴿اوراد رحمانی واذکار سبحانی ص ۳۵ طبع

بعض ضمنی مباحث

عقدانامل افضل ہے یا تسبیح ؟امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:" قال بعض العلماء عقد التسبیح با لانامل افضل من السبحۃلحدیث ابن عمرو لکن یقال ان المسبح ان اٰمن من الغلط کان عقدۃ بالانامل افضل والا فالسبحۃ اولیٰ'' یعنی علماء نے (بحثاً) فرمایا کہ وردکوانگلیوں پرگن کر پڑھنا شماروں والی تسبیح سے افضل ہے کس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت ہے(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وردکواپنے ہاتھ مبارک سے شمار فرماتے تھے وقدمر) لیکن اس میں تفصیل ہے کہ اگرورد کرنے والا مطمئن ہو کہ اسے انگلیوں سے گننے میں غلطی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا توانگلیوں سے ورنہ شماروں والی تسبیح سے وردا فضل اور بہتر ہے۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد﴾

تسبیح (کاؤنٹر) کے بعض فوائد

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تسبیح'' کےفوائد بیان فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: "ھی مذکر ۃ با للہ تعالیٰ لان الانسان قل ان یراھا الا ویذکر اللہ وھٰذا من اعظم فوائدھا'' یعنی تسبیح کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاددلاتی ہےاورکم ہی ایسا ہوگا کہ بندہ اسے ہاتھ میں لےاوراللہ کا ذکر نہ کرنے لگے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۵﴾

مزیدفرماتے ہیں:" و من فوائدھا ایضاًالا ستعا نۃ علی دوام الذکر کلما اٰھا ذکر انھا اٰلۃ للذکر فقادہ ذلك الی الذکر فیاحبذا سبب موصل الیٰ دوام ذکر اللہ عزوجل وکان بعضھم رابطہ القلوب'' یعنی اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے ذکرالٰہی پرمداومت کے لئے اعانت لی جاتی ہے جوں ہی بندہ اسے دیکھے اسے فوریطور پرذہن میں آتا ہے کہ یہ آلہ ذکر ہےاس کے بعدوہ ذکر کرنے لگ جاتا ہےتو یہ کیا ہی خوب چیز ہے جس سے اللہ عزوجل کے ذکر پر دوام حاصل ہوتا ہےاسی بناء پربعض صالحین نے اسے حبل الوصول کا نام دیا یعنی قرب الٰہی کی رسّی۔اوربعض نے اسے ''رابطہ القلوب'' کے عنوان سے یادکیا یعنی دلوں کو بارگاہ ایزدی سے ربط مہیا کرنے والی چیز ہے۔

﴿الحاوی للفتاوی ج ۲ص ۵﴾

حضرت موصوف اس سلسلہ کا ایک واقعہ درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ اسے ایک قافلہ میں بیت المقدس کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا راستہ میں عرب کے ڈاکوہم پر پڑ گئے انہوں نے سب کو

لوٹ لیا میری پگڑی اتاری تو اس میں چھپی ہوئی میری تسبیح نیچے گر پڑی تو اسے دیکھ کر بولے:'' **ھذا صاحب سبحة فردوا علی ما کان اخذ لی وانصرت سالما منھم**'' یہ شخص تسبیح والا ہے پس انہوں نے میرا لوٹا ہوا سارا سامان مجھے واپس کر دیا اور میں (اس کی برکت سے) ان کے شر سے محفوظ ہو کر لوٹا۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵﴾

تسبیح پر گن کر پڑھنے کا مقصد

علامہ فرماتے ہیں: بعض صالحین کو شماروں والی تسبیح پر پڑھتے ہوئے دیکھ کر ان سے کہا گیا: **اتعد علی اللّٰہ ؟** کیا آپ اللہ سے حساب کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ''**لا ولکن اعدله**'' نہیں بلکہ اس کی رضا کے لئے شمار کرتا ہوں (اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں):'' **والمقصود ان اکثر الذکر المعدود الذی جائت به السنةالشریعة لاینحصر با لا نامل ولو امکن حصره لکان الا شتغال بذلك یذهب الخشوع و هو المراد والله واعلم**'' مقصد یہ ہے کہ شریعت مطرہ میں جن اذکار کو اتنا کثرت سے بجالانے کا حکم آیا ہے کہ انہیں انگلیوں پر گنا نہیں جا سکتا اگر اس کا تکلف کیا جائے تو خشوع ختم ہو جائے جبکہ خشوع مطلوب ہے اس لئے اسے بچانے کے لئے تسبیح پر شمار کرنا بھی اللہ کی رضا کے لئے ہے نہ کہ اس سے حساب کرنے کے لئے واللہ اعلم (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵ رسالہ ۴۵ المنحۃ فی السبحۃ﴾

ورد پڑھنے کی ترغیب دینے کا ثبوت

روایت میں اس امر کا بھی خلاف شرع ہونا ظاہر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے کہے فلاں نیک کام یوں کرو جبکہ شرعی حکم اسکے برعکس ہے کیونکہ یہ دراصل نیکی کی تعلیم، ترغیب ناواقفوں کی اعانت اور اجتماعیت کا مظاہرہ ہے جن میں سے ہر ایک شرعاً مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔'' **وافعلوا الخیر**'' خود نیکی کرو۔ نیز فرمایا '' **و تعاونوا علی البر و تقویٰ**'' نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ نیز کلمات طیبات میں ہے '' **الدال علی الخیر کفاعله**'' نیکی کے کام میں رہبری والا ہے ایسا ہے کہ جسے وہ خود نیکی کر رہا ہو۔ اسکی ایک مثال زبان سے نیت کرنا بھی ہے کہ اس سے لاعلموں کو علم ہو جاتا ہے کہ نماز کی نیت کیوں کر کی جاتی ہے، جسے ہمارے فقہاء نے مستحسن قرار دیا ہے نیز گکھڑوی کے بعض پیشوایان کو بھی تسلیم ہے جس کی بحوالہ مکمل تفصیل حصہ دوم میں گزر چکی ہے، نیز وہ احادیث صحیحہ کثیرہ بھی اسکی دلیل ہیں جن میں ہے کہ فلاں فلاں ورد اتنی اتنی بار پڑھا جائے جو ابھی گزری ہیں، نیز حدیث شریف میں ہے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا '' **ارفعوا ایدیکم فقولو لا الا اللہ ففعلنا**'' اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر کلمہ طیبہ کا ورد کرو ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی ''**اللّٰھمہ انک بعثنی بھذہ الکلمۃ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھاالجنۃ انک لاتخلف المیعاد**'' اے اللہ تو نے مجھے اسی کلمے کے عام کرنے کا حکم دے کر مبعوث فرمایا اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے بلاشبہ تو وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اسکے بعد ہم سے فرمایا ''**البشرو فان اللہ قد غفرلکم**'' تمھیں مژدہ ہے کہ اللہ نے تمھاری مغفرت فرما دی ہے۔

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاویٰ، ج ا صفحہ نمبر ۳۹۱، ۳۹۲ بحوالہ حاکم﴾

نیز سنن اربعہ وغیرہا کے حوالہ حضرت امّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو کچھ پہلے گزری ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ''**قولی سبحان اللہ عدد ما خلق من شئی**'' (یوں کہو کہ اے اللہ میں تیری تسبیح بیان کرتی ہوں ہر چیز کی گنتی کے برابر) اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

ھیئت کذائیہ کے ناجائز ھونے کا ثبوت

روایت ہذا میں ہیئت کذائیہ کے جو بدعت اور ضلالت ہونے کا اظہار کیا گیا ہے جبکہ گکھڑوی بھی اسے محض اسی کے ثبوت کے طور پر لائے ہیں، وہ بھی صحیح نہیں بلکہ دلائل وقوائد شرع کے قطعاً خلاف ہے چنانچہ کنکریوں، گٹھلیوں اور تسبیح کے دانوں پر پڑھنا کے زیرِ عنوان حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان علیہم اجمعین کے معمولات کی جو بحوالہ تفاصیل مذکور ہوئی ہیں کہ انہوں نے اوراد واذکار کے عمومی واطلاقی حکموں کے بعد پڑھنے کے طریقے از خود مقرر فرمائے، وہ سب ہیئت کذائیہ کے مطلقاً بدعت قرار دینے کے موقف از حد غلط ہونے پر شاہد عدل ہیں بلکہ اس پر اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔ جس کی ایک دلیل جمع قرآن نیز باجماعت تراویح کی ترویج کا واقعہ بھی ہے جن کی بحوالہ تفصیلات متعدد بار گزر چکی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۲، صفحہ ۷۴۵ وغیرہ میں جمع قرآن کے متعلق ہے ''**کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم؟ **قال عمر ھٰذا واللھخیر (الیٰ) قال ھو واللہ خیر**'' نیز اسی کے ج ا صفحہ ۲۶۹ میں باجماعت تراویح کی ہیئت کذائیہ کے بارے میں حضرت فاروق اعظم کا قول ہے کہ ''**نعم البدعۃ ھٰذہ**''۔ الغرض روایت ہذا کی ایک ایک شق جس کا بدعت وضلالت اور ناجائز ہونا ظاہر کیا گیا ہے قرآن وسنت کے دیگر دلائل نیز قواعد شرعیہ سے انکا جائز، مستحسن اور مستحب ہونا ثابت ہے جو اسکے غلط اور واجب الرد ہونے کی روشن دلیل ہے، اب لیجئے ایک اور جواب پڑھیے۔

نماز کے انتظار میں بیٹھنا

روایت ہذا میں ایک اعتراض نماز کے انتظار میں بیٹھنے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے روایت کے لفظ ہیں ''**ینتظرون الصلاۃ**'' (دارمی ج ا، صفحہ ۷۹) جب کہ وہ بھی شرعاً محبوب ومطلوب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے

احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ بقدر ضرورت بعض حسب ذیل ہیں:

چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "**لایزال العبد فی صلاۃ ما کان فی مصلاہ ینتظر الصلاۃ و الملئکتہ تقول اللھم اغفر لہ اللھم ارحمہ مالم ینصرف ا و یحدث**" یعنی بندہ مومن (اللہ کے یہاں) نماز کی حالت میں قرار دیا جاتا ہے جب تک وہ اگلی نماز کے انتظار میں اپنی جائے نماز پر رہے اور ملائکہ کرام اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ تو اسے بخش دے، اے اللہ تو اس پر رحمت فرما، جب تک وہ وہاں سے اٹھے نہیں یا ایسا کام نہ کرے جو نماز یا وضو کے منافی ہو۔

ملاحظہ ہو﴿ صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن ابی داوٗد، الترغیب والترہیب المنذری ج ۱، صفحہ ۱۵۹۔ طبع دار احیاء التراث العربی۔ بیروت﴾

نیز امام مالک کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "**خان قوم من مصلاہ فجلس فی المسجدینتظر الصلاۃقلم یزل فی الصلاۃحتی یصلی**" یعنی اگر وہ اپنی جائے نماز سے اٹھ کر مسجد میں کسی اور جگہ بیٹھ کر نماز کے انتظار میں رہے تو وہ اگلی نماز تک نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔

﴿الترغیب والترہیب جلد وصفحہ وطبع مذکور بحوالہ موطا امام مالک﴾

نیز انہی سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا "**لایزال احد کم فی الصلاۃ مادامت الصلاۃ تجسہ لایمنعہ ان ینقلب الیٰ اھلہ الا الصلاۃ**" یعنی تم میں سے کوئی جب تک محض نماز کے انتظار میں ہو تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الترغیب والترہیب ج ۱، صفحہ ۱۵۹ بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم﴾

ایک اور روایت میں انہی سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا "**الا ادلکم علی ما یمحوبہ الخطایا و یکفر بہ الذنوب قالو ابلیٰ یارسول اللہ قال (الیٰ) و انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ فذلکم الرباط**" یعنی کیا میں تمھیں ایسی باتیں نہ بتاوٗں جس سے خطائیں مٹتی اور گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیوں نہ یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے ایک بات یہ بیان فرمائی کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا اور فرمایا کہ یہ جہاد ہے

﴿الترغیب والترہیب، ج ۱، صفحہ ۱۶۰، بحوالہ صحیح ابن حبان، موطا امام مالک، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن النسائی﴾

نیز ملاحظہ ہو﴿صفحہ ۱۶۰، بحوالہ احمد والطبر انی عن ابی ہریرہ والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما﴾

علامہ منذری مزید بحوالہ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، ودارمی حضرت ابوسعید الخدری نیز بحوالہ بزار وبیہقی حضرت

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلہ کی بعض روایات نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: "فھو بمجموعھا حسن انشاء اللہ تعالیٰ"، یعنی اگرچہ فرداً فرداً انکی اسناد پر کلام ہے مگر بحیثیت مجموعی یہ بفضلہ تعالیٰ حسن ہیں ملاحظہ ہو ﴿الترغیب و الترھیب ج ا، صفحہ ۱۶۱﴾ اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ ملاحظہ ہو ﴿الترغیب و الترھیب ج ا، صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲﴾ خاص نماز عشاء کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔"صلی الناس ور قد و ا ولم تزا لو فی صلوٰۃ ما دام فی صلاۃ منذ ا نتظر تموھا" یعنی لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے تم نے کافی انتظار کے بعد اب پڑھی پس تمھارا یہ انتظار نماز شمار کی گئی ہے۔ ﴿الترغیب والترھیب ج ا، صفحہ ۱۵۹، بحوالہ بخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ کچھ لوگ مغرب پڑھ کر چلے گئے اور کچھ عشاء کی انتظار میں بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے انکے پاس تیزی سے آکر ارشاد فرمایا: تمھیں بشارت ہو تمھارا رب اپنے حسب شان تمھارے اس عمل کے باعث ملائکہ کے سامنے مباہات فرما رہا ہے (ملخصاً) ﴿الترغیب ج صفحہ ۱۹۵﴾

نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ (تتجافی جنوبھم عن المضا جع) نماز عشاء کے انتظار کی فضیلت میں اتری تھی یعنی اہل ایمان اپنے رب کی عبادت کے باعث اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو ﴿الترغیب والترھیب ج ا، صفحہ ۱۵۹، بحوالہ ترمذی﴾

نوٹ

انگلیوں پر شمار کر کے پڑھنے کی احادیث اس امر میں صریح ہیں ان کی تفصیل مع مزید ملحقہ عنوان کے بعد والے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

ورد کو گن کر پڑھنا

ورد کو گن کر پڑھنے پر بھی اعتراض ظاہر کیا گیا ہے جو اس کے مضمون سے واضح ہے جب کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ان کنا لنعدلرسول اللہ ﷺ فی المجلس یقول رب الغفرلی وتب علیٰ انك انت التواب الغفور مائتہ مرتہ"، یعنی رسول اللہ ﷺ نشست میں پورے ایک سو بار "رب ا غفرلی وتب علیٰ انك انت التواب الغفور" ورد فرماتے جسے ہم آپ کے لئے شمار کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿مسند احمد، جامع ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۲۰۵، طبع کراچی﴾

نیز حدیث میں ہے انی لا ستغفر اللہ۔

مخصوص تعداد میں پڑھنا

مخصوص تعداد میں پڑھنے کو اس روایت میں قابل اعتراض امر ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ اس کے مضمون سے ظاہر ہے جو احادیث صحیحہ کثیرہ کی رو سے بالکل غلط ہے عنوان بالا میں جو حدیثیں گزری ہیں ان سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ مزید سنیئے:

ا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**من قال سبحان الله و بحمده فی یوم مائة مرة حطت خطا یاه وان کانت مثل زبد البحر**" یعنی جو مسلمان روزانہ سو بار سبحان اللہ و بحمدہ کہے تو اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں ﴿مشکوۃ صفحہ ۲۰۰، بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم﴾

۲۔انہی سے مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**من قال حین یصبح و حین یمسی سبحٰن الله وبحمد ه مائة مرّة لم یأت احد یوم القیمٰة بافضل مما جاء به الا احد قال مثل ما قال اوزاد علیه**" یعنی جو مسلمان صبح و شام ایک ایک سو بار "**سبحٰن الله وبحمد ه**" کہا کرے تو روز قیامت ثواب میں اس کے سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوگا الا اینکہ کسی نے اس جیسا ورد کیا ہو یا اس سے زیادہ ورد کیا ہو۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲، بحوالہ صحیحین﴾

۳۔نیز انہی سے روایت ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا "**من قال لااِلهٰ الاالله وحده لاشریك له، له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شیئی فی یوم ما ئة مرة کانت له عدل عشر رقاب و کتبت له مائة حسنة و محیت عنه مائةسیئة و کانت له حر زا من الشیطٰن یومه ذلك حتی یمسی ولم یأت احد بافضل مما جاء به الا رجل عمل اکثر منه**" یعنی جو مسلمان روزانہ سو بار کلمہ توحید "**لااِلهٰ الاالله وحده لاشریك له له الملك وله الحمد وهو علیٰ کل شیئی قدیر**" کہے تو یہ دس گردنیں آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی اور اسکی سو خطائیں مٹائی جاتی ہیں اور یہ اس کے لئے شام تک شیطان سے بچاؤ ہوتا ہے اور روز قیامت اجر و ثواب میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوگا مگر وہ جس نے اس سے بڑھ کر اس کا عمل کیا ہوگا۔

﴿مشکوۃ صفحہ نمبر ۲۰۱، بحوالہ شیخین﴾

۴۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تم روزانہ ایک ہزار نیکیاں کر لیا کرو تو کیا تھک جاؤ گے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ فرمایا: "**یسبح مائة تسبیحة فیکتب له الف حسنة او یحط عنه الف خطیئه**" یعنی سو بار سبحٰن اللہ کہے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا فرمایا کہ اسکی ہزار خطائیں مٹا دی جائیں

گی۔

﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۰۰، بحوالہ صحیح مسلم﴾

۵۔عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من یسبح اللہ مائة بالغدا ۃ ومائة بالعشی کان کمن حج مائة حجة ومن حمد اللہ مائة بالغداة و مائة بالعشی کان کمن حمل علیٰ مائة فرس فی سبیل اللہ ومن ھلل اللہ مائة بالغداة و مائةبالعشی کان کمن اعتق مائة رقبة من ولدا سمٰعیل ومن کبر اللہ مائة بالغداة و مائة بالعشی لم یأت فی ذلك الیوم احد باکثر مااتی بہ الا من قال مثل ذلك اوزاد علیٰ ماقال "یعنی جو مسلمان سوسو بار صبح وشام سبحٰن اللہ کہے تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے سو حج کئے ہوں اور جس نے اسی طریقہ سے سو بار الحمد للہ کہا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے راہ خدا میں سو آدمی اپنی طرف سے گھوڑے پر سوار کر کے بھیجے ہوں۔اور جس نے اسطرح سے سو بار لا الہ الا اللہ کہا تو یہ اس شخص کی مانند ہے جس نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے سو گردنیں آزاد کی ہوں اور جس نے حسب مذکور سو بار اللہ ھو اکبر کہا تو جس دن اس نے یہ پڑھا اس میں اس سے نیکی میں کوئی نہیں بڑھ سکتا الا اینکہ کسی نے اس کی مثل یا اس سے زیادہ اسے پڑھا ہوگا۔ثلث وثلثون

۶۔حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کچھ کلمات ہیں جو اپنی ہر فرض نماز کے بعد کہے رسوائی سے بچے گا جو یہ ہیں "ثلث وثلثون تسبیحةوثلث وثلثون تحمیدةواربع و ثلثون تکبیرة"یعنی تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر۔ ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۸۹ بحوالہ صحیح مسلم﴾

ہمارے اس بیان کی تائید زیر بحث قصے کے ایک اور طریق کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ:"فأمرھم ان یتفرقوا" اس کے بعد اپنے حلقوں کے توڑنے کا حکم فرمایا۔نیز اس ہی میں ہے "ورأی ابن مسعود حلقتین فی المسجد الکوفة فقام منھا فقال اتیکما کانت قبل صا حبتھا ؟ قالت احداھما:نحن ، فقال للاخری:قوما الیھا فجعلھم واحدة' وفی لفظ"تحولوا الیھم فجعلھا واحدة" کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے لگے ہوئے دیکھے پس آپ نے ان کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا تم میں سے پہلے لگنے والا حلقہ کونسا ہے؟ ایک حلقے والوں نے جواب دیا کہ ہم پہلے ہیں تو آپ نے دوسرے حلقے والوں سے فرمایا تم اٹھ کر ان میں شامل ہو جاؤ پس آپ نے انہیں ایک حلقے میں کر کے بٹھا دیا۔

ملاحظہ ہو۔﴿مصنف عبدالرزاق جلد ۳، صفحہ نمبر ۲۲۱، ۲۲۲، حدیث نمبر ۵۴۰۹، طبع بیروت زیر اہتمام پیش رو

گکھڑوی مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی، نیز معجم الکبیر، طبرانی ج۹ صفحہ ۱۲۶، حدیث ۸۶۳۰ طبع بیروت﴾

نیز طبرانی میں ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوئے جس میں آپ نے لوگوں کے دو حلقے دیکھ کر ایک غلام کو بھیجا کہ معلوم کر کے آؤ کہ ان میں سے پہلے کون آئے تھے غلام نے تعمیل کی تو آپ نے فرمایا "**انمایکفی المسجد محدث واحدفانما هلك من كان قبلكم بالتباغی**" یعنی مسجد میں ایک وہی حلقہ چاہے زیادہ حلقے آپس میں نفرت کا باعث ہیں اوراسی نے امتوں کو تباہ کیا ﴿ج۹، ۱۲۶، ۸۶۳۱، ۸۶۳۲﴾ حضرت فاروق اعظم کا نماز تراویح میں لوگوں کو ایک امام پر مجتمع فرمانا بھی اسی حکمت پر مبنی تھا۔ ﴿صحیح بخاری ج اص ۲۶۹ طبع کراچی﴾ آپ نے لوگوں کو ماہ رمضان میں مسجد نبوی شریف حلقوں میں بٹ کر تراویح پڑھتے دیکھ کر فرمایا: **لو جمعت هئولاء علی قاری واحدلكان امثل ثم عزم فجمعهم علیٰ ابن ابی كعب**" کاش میں انہیں ایک امام پر جمع کر دیتا تو بہت خوب ہوتا پھر آپ نے عزم بالجزم فرماتے ہوتے سب کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں حلقہ درحلقہ بیٹھنے کو بھی (عدم اجتماعیت کے اظہار ہونے کے باعث) ناپسند کیا جاتا تھا اس کے ناپسند کرنے کی وجہ ذکر (تسبیح وتہلیل وتکبیر) تھی نہ ان کی گنتی بلکہ عدم اجتماعیت اس کی وجہ تھی اسی لئے آپ نے سب کو بالکلیہ حلقہ جات ختم کرنے کا نہیں فرمایا بلکہ انہیں ایک حلقے میں مجتمع فرمادیا (**والحمد لله تعالیٰ علیٰ ذٰلك**)

گکھڑوی کی ایک اور چستی

روایت ہذا کے بعض طرق میں یہ ہے کہ وہ لوگ جلسہ کر رہے تھے جس میں ایک شخص بیان کر رہا تھا جسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت اور شرکاء کو بدعتی قرار دیکر انہیں سخت سست کہا جسے گکھڑوی نے چھوا تک نہیں تاکہ انہیں اپنے مذہبی جلسوں اور بیانات کی محافل کو جن پر انکی معاش قائم ہے بدعت اور اپنے "**الداعیان الی الخیر**" کو بدعتی نہ کہنا پڑے جو انکی بہت بڑی چستی ہے جو انکے دہرے معیار پر دلالت کرتی ہے یعنی "میٹھا ہپ، کڑوا تھو" چنانچہ معجم الکبیر طبرانی میں ہے عمرو بن زرارہ کہتے ہیں: "**وقف علی عبدالله وانا اقص فی المسجد فقال یاعمر و لقد ابتد عتم بدعة ضلالة اوا نكم لاهدی من محمد** ﷺ **و اصحابه ولقد ر أیتهم تفر قو ا عنی حتی رأیت مكانی مافیه احد**" یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آکر جب کہ میں مسجد میں تقریر کر رہا تھا تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: عمرو تم نے بلاشبہ بدعت ضلالت کا ارتکاب ہے یا پھر تم حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب سے نیکی میں بڑھ کر ہو۔ (عمرو کہتے ہیں) میں نے دیکھا کہ حاضرین محفل ایک ایک کر کے ادھر ادھر ہو گئے اور میں اپنی جگہ پر اکیلا رہ گیا۔

﴿ج ۹، صفحہ ۱۲۸، ۸۶۳۷﴾

نیز اسی میں اسی صفحہ پر حدیث نمبر ۸۶۳۸ میں ہے عبداللہ بن اعز نے کہا: ”**بلغ ابن مسعود ان عمرو بن زراة مع اصحا ب لہ یذکر ھم فاتا ھم عبد اللہ فقال انتم اھدیٰ ام اصحاب محمد** ﷺ؟ **انکم متمسکون بطرف ضلالة**“ یعنی حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن زرارہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے انہیں تقریر کر رہا ہے تو آپ نے انکے پاس تشریف لاکر فرمایا تم زیادہ نیک ہو یا حضور ﷺ کے صحابۂ کرام؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہم: یقیناً تم نے گمراہی کے کنارہ کو اختیار کیا ہے۔ امام عبدالرزاق کی ایک روایت میں اسطرح ہے: **سمع ابن مسعود بقوم یخرجون الی البریة معھم قاص یقول سبحوا ثم قال انا عبد اللہ بن مسعود الخ** یعنی حضرت ابن مسعود نے کچھ لوگوں کے بارے میں سنا کہ وہ آبادی سے باہر نکل کر اجتماع کرتے ہیں جن کے ساتھ ایک مقرر اور خطیب ہوتا ہے جو انہیں کہتا ہے ”سب کہو سبحان اللہ“۔ تو آپ نے ان کے پاس جا کر پہلے اپنا تعارف کرایا اور انہیں سخت سست کہتے ہوئے ان کے اس عمل کو بدعت ظلماء اور ضلال بعید قرار دیا۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿مصنف ج ۳، صفحہ ۲۲۲، حدیث ۵۴۱۰ طبع بیروت زیر اہتمام مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی﴾

اقول

یہ سب روایات گکھڑوی جماعت کے معمولات کی نفی کر رہی ہیں اس لیئے گکھڑوی نے ان سے بالکل آنکھیں بند کر لیں کہ کہیں ان کے جلسوں اور بیانات پر زد نہ پڑے نیز ان کے تقریروں کے نذرانے متاثر نہ ہوں۔

ع کچھ تو ہے آخر جسکی پردہ داری ہے۔

ورنہ کیا یہ کہا جائے کہ یہ روایت انہوں نے پڑھی نہیں تھیں؟ تو پھر ”شیخ الحدیث“ کا لقب جو ان کے نام کا جزء لازم سمجھا جاتا ہے اس کا کیا بنے گا؟ الغرض یہ روایات خود انکے خلاف ہیں اور متأخر الذکر روایت تو ان کے مذہب کے ان ذمہ دار خطباء کے عمل کی صاف نفی کر رہی ہے جو اپنی تقریروں میں لوگوں سے گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں ”سب کہو سبحان اللہ“ چنانچہ ہمارے علاقہ ضلع رحیم یار خاں کے ان کے ایک بڑے مولانا (آنجہانی) کا تکیۂ کلام ہی یہی تھا کہ وہ تقریباً اپنی ہر تقریر میں یونہی کہتے تھے کہ پچھلے سال جب میں یہاں آیا تھا تو یہ سفید پلاٹ تھا اب کمرے بھی بن گئے لیٹرین بھی نہیں تھی وہ بھی بن گئے پھر کہتے سب کہو ”**سبحان اللہ**“۔ **لاحول ولا قوة الا باللہ** نیز اس سے گکھڑوی جماعت کا سالانہ رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع بدعت ظلماء اور ضلال بعید قرار پایا کیونکہ وہ بھی آبادی سے باہر بیابان میں منعقد کیا جاتا ہے اور بعینہ اسی روایت میں مذکور اس اجتماع کا نقشہ پیش کرتا ہے جس کی ابن مسعود نے مذمت فرمائی اور گکھڑوی نے اس سے آنکھیں بند کر

لیس۔فالی اللہ المشتکیٰ

ثم اقول

برتقدیرتسلیم ہمارے نزدیک ان روایت کامفہوم صرف یہ ہے کہ اس عہد مبارک میں نیکی اورنیکیوں کی کثرت کے باعث لمبے لمبے پروگراموں کی ضرورت نہ تھی بلکہ الٹا یہ قلبی خشوع کے منافی تھےاورمحض تکلف اورتصنع سمجھے جاتے تھےمزید یہ کہ باعث افتراق تھے بناء بریں انہیں اچھانہیں سمجھا جا تا تھااس لئے حضرت ابن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تردیدفرمائی دلیل یہ ہے کہ بقدرضرورت دینی اجتماع حضرت مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے چناچہ ابھی کچھ پہلے صحیح بخاری کے حوالے سے گزراہے کہ ”**کان یذکر الناس فی کل خمیس**“یعنی حضرت ابن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ ونصیحت فرمانے کے لئے ہرجمعرات کواجتماع کرتے تھے۔نیز ہماری بیان کردہ یہ توجیہ بھی صراحت کے ساتھ صحابہ کرام سے ثابت ہے چناچہ امام عبدالرزاق نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ”**نظر ابع بکر الیٰ قاص قد طوّ ل فقال لو قیل لھذا قم فصل رکعتین اقرأفیھا کذا و کذا لملّ ذٰلك**“ یعنی ابوبکررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مقررکودیکھا جس نے بہت لمبی تقریرکی تو آپ نے فرمایا:اگراس سے کہا جائے کہ کھڑے ہوکردورکعت پڑھ اوران مین فلاں فلاں سورتیں تلاوت کرتواسے تپ چڑھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿مصنف ج۳،صفحہ۲۲۲،۵۴۱۱،طبع بیروت﴾

نیز خودحضرت ابن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ توجیہ صریحاً ثابت ہے۔ابوالاحوص نے کہاہے کہ آپ نے ہم سے فرمایا ”**لاتملوا الناس فیملو الذکر**“ لمبی لمبی تقریروں سے لوگوں کواکتاہٹ میں مت ڈالوکہ وہ کہیں اس سے متنفر نہ ہوجائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿طبرانی ج۹،صفحہ۱۲۷،۸۶۳۴﴾

نیز اسی میں اسی صفحہ پرحدیث نمبر۸۶۳۵ میں امام اعمش سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص سے گزرہواجولوگوں کووعظ ونصیحت کررہا تھاتو آپ نے اس سے مخاطب ہوکرفرمایا”**یامذکر لا تقنط الناس**“ خطیب صاحب لوگوں کواکتاہٹ میں مت ڈالو بلکہ صحیح بخاری کی اس ہی مذکورہ بالاحدیث میں ہے:”**فقال له رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انك ذکر تنا کل یوم، قال اما انه یمنعنی من ذلك انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخو لنا بها مخافة السأمة علینا** “ یعنی ایک شخص نے (آپ کے لاجواب بیان سے متاثرہوکر)عرض کی حضورمیری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ ونصیحت فرمایا کریں فرمایا:خوب سن لو!مجھےاس سے محض یہ بات مانع ہے کہ میں تمھیں اکتاہٹ میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں اوراس سلسلہ میں میں نے وہی طریق کاراپنایا ہوا ہے جونبی کریم ﷺ کا تھا کہ آپ بھی ہمارے اکتاہٹ میں پڑجانے کے خطرے کے

پیش نظر وقفہ بوقفہ (بقدر ضرورت) ہم سے خطابات فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿صحیح بخاری ج۱،۱۶ کتاب العلم باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ ،طبع نور محمد کراچی﴾

معلوم ہوا کہ زیادہ اور طویل جلسے اس دور میں ناپسندیدہ سمجھے جاتے تھے کیونکہ ان کی ضرورت نہ تھی کہ نیکی اور نیکوں کی کثرت تھی پس جب حالات بدلے اور نیکی نیز نیکوں کی بجائے بدی اور بدوں کی کثرت ہوگئی تو ''**کم من مسائل یتغیر بتغیر الزمان**'' کے فلسفہ کی رو سے دینی اجتماع کی کثرت کی ضرورت پڑی اور علماء وحکماء امت نے اسی نہج کو لے لیا لہٰذا اہل سنت و جماعت کے دور حاضر کے بکثرت کئی کئی روزہ جلسے، اجتماعات اور دینی تقریبات عین منشاء شریعت کے مطابق ہیں مگر گکھڑوی اصول کے پیش نظر ان کے جماعتی پروگرام بدعت ظلماء، ضلال بعید اور جرم عظیم ہیں کیونکہ ان کے طور پر یہ اسی کے اہل اور اسی کے محل ہیں۔ ''پس حق بہ صاحب حق برسید'' و **الحمد لله الحكيم الحميد**۔

ایک اہم سوال (کہ'' روایت ھذا کی متابعات موجود ھیں'') سے جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ روایت ہذا موضوع نہیں زیادہ سے زیادہ ضعیف ہے جبکہ اس کے کئی طرح سے متابعات بھی موجود ہیں پس وہ صحیح لذاتہ نہ بھی ہو تو حسن ضرور ہے کیونکہ حسب اصول حدیث ضعیف تعدد طرق سے ''حسن'' بن جاتی ہے جو حدیث صحیح کی طرح لائق احتجاج ہوتی ہے جو محتاج بیان نہیں ہے کہ یہ اصول مسلمہ سے ہے۔

جواب نمبر ۱ اقول اولاً

گکھڑوی جب اسے اصول مسلمہ سمجھتے ہیں تو اسکی صراحت کردیں تاکہ ہم خود انکی کتب سے اسکے برخلاف یا کم از کم اس سلسلے میں ان کے معیار کے دہراپن کو واضح کرسکیں۔

جواب نمبر ۲ ثانیاً

حقیقت یہ ہے کہ روایت ھذا کی کوئی متابعت بھی صحیح ثابت نہیں ہے کیونکہ ان کی اسناد پر بھی آئمہ شان کو سخت کلام ہے پھر ان کے مضامین بھی روایت ہذا کے مضمون سے متفق نہیں ہیں بلکہ بعض تو اس کے خلاف بھی ہیں یہی وجہ ہے گکھڑوی نے بھی ان سے تعرض نہیں کیا اور انہیں پیش کرنا تو کجا انکی جانب ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا کیونکہ انہیں ان کی حقیقت کا پتہ تھا ورنہ معرض بیان میں سکوت چہ معنٰی؟ وہ روایات جنہیں روایت ہذا کے مطابع یا شاہد ہونے کا مغالطہ دیا جاسکتا ہے زیادہ تر مصنف عبدالرزاق اور طبرانی کبیر میں ہیں۔ ذیل میں فرداً فرداً ان پر مختصر وجامع کلام حاضر ہے۔

مزعومہ متابعات سے جواب

متابعت یحییٰ بن عمرو بن سلمہ: اس روایت میں عمرو بن سلمہ کا ایک تلمیذ ان کا بیٹا یحییٰ ہے جیسا

کہ دارمی میں مذکور ہے دوسرا تلمیذ مجالد بن سعید ہے اس نے عمرو بن سلمہ سے روایت کیا انہوں نے کہا: ”**کنا قعو دا عند باب ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه بین المغرب والعشاء فأتی ابو موسیٰ فقال اخرج الیکم ابو عبد الرحمن ؟ قال فخرج ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ، فقال ابو موسیٰ ما جاء بك هٰذا الساعة : قال :لا والله الا انی رأیت امراً ذعرنی و انه لخیر ولقد ذعرنی وانه لخیر قوم جلوس فی المسجد و رجل یقول لهم سجوا كذا و كذا ، احمد و ا كذا و كذا ۔قال فا نطلق عبدالله و انطلقنا معه حتی اتا هم فقال ما اسرع ما ضللتم و اصحاب محمد ﷺ احیاء و ازوا جهشواب ثبابه و آ نیته لم تغیر احصو اسیئا تكم فانا اضمن علی الله ان یحصی حسناتكم**“

یعنی ہم مغرب وعشاء کے درمیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: کیا تمھارے پاس ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھر سے باہر تشریف لائے ہیں؟ عمرو نے کہا اتنے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باہر تشریف لے آئے ۔حضرت ابوموسیٰ نے ان سے عرض کی اس وقت جناب کو کیا چیز باہر لائی؟ فرمایا قسم بخدا، محض یہی کہ ایک امر میں نے دیکھا ہے جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے اور ہے وہ بہت ہی اچھا کام ۔مگر حلفیہ کہتا ہوں کہ اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے مگر ہے بہت اچھا کام (اور وہ یہ ہے کہ) کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک شخص ان میں سے کہتا ہے سبحان اللہ اتنی اتنی بار اور الحمد اللہ اتنی اتنی مرتبہ کہو عمرو کہتے ہیں ۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود چل پڑے اور ہم بھی ان کے ہمراہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ ان لوگوں کے پاس آئے پس آپ ان لوگوں کے پاس آئے پس آپ ان سے یوں گویا ہوئے: تم کس قدر تیزی سے گمراہ ہو گئے ہو جبکہ حضور ﷺ کے اصحاب زندہ اور آپ کی ازواج صحیح سالم موجود ہیں اور آپکے کپڑے اور برتن بوسیدہ نہیں ہوئے ۔تم اپنی برائیاں شمار کرو میں تمھیں اس بات کی گارنٹی (ضمانت) دیتا ہوں کہ اللہ تمھاری نیکیوں کو محفوظ رکھے گا۔ ملاحظہ ہو۔

﴿معجم الکبیر طبرانی جلد ۹، صفحہ ۱۲۷، حدیث نمبر ۸۶۳۶، طبع بیروت﴾

الجواب ۱

﴿سند پر کلام﴾ یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کی روایت کا مکمل جواب مع مالہ وما علیہ گزر چکا ہے۔ مجالد بن سعید کی روایت کے متعلق گذارشات سماعت کیجئے۔

اولاً

اس کی سند پر کلام ہے چنانچہ طبرانی کبیر میں اس کی مکمل سند اس طرح ہے محدث طبرانی نے کہا ''**حدثنا علی بن عبدالعزیز ثناء ابو النعمان عارم ثنا حماد بن زید عن مجالد بن سعید عن عمرو بن سلمةقال الخ**''

ملاحظہ ہو۔ ﴿جلد و صفحہ و طبع مذکور﴾

اقول

علی بن عبدالعزیز (البغوی) کے متعلق **میزان الاعتدال للذہبی** (جلد۳، صفحہ۱۴۳) **لسان المیزان للعسقلانی** (جلد۴، صفحہ۲۴۱) میں ہے کہ ثقہ تو ہے اور دارقطنی نے اسے ثقہ مأمون کہا ہے ''**لکنہ یطلب علی التحدیث و یعتذر بانہ محتاج**'' لیکن وہ خود کو نادر بتا کر پیسے لے کر حدیث بتاتا تھا۔ ابوالنعمان عارم ﴿محمد بن فضل السدوسی ابوالفضل البصری﴾ کے متعلق تقریب التہذیب للعسقلانی (صفحہ۲۰۰) میں ہے:'' **ثقہ ثبت تغیر فی آخر عمرہ**'' ثقہ ثبت ہے۔ عمر کے آخری حصے میں اس کی حالت بگڑ گئی تھی۔ نیز تہذیب التہذیب للعسقلانی (جلد۹، صفحہ۳۵۸، ۳۵۹) میں ابن ابی حاتم، زریعی، ابن حبان، نسائی، امام ابوداؤد، دارقطنی اور امام بخاری وغیرہم کے حوالے سے ہے: ''**اختلط فی آخر عمرہ و زال عقلہ فمن سمع منہ قبل الاختلا م فسماعہ صحیح**'' نیز ابن ابی حاتم نے کہا''**بلغنا انہ انکر سنة ثلٰث عشرة ثم راجعہ عقلہ ثم استحکم بہ الا ختلاط سنة ست عشرة**''۔ نیز کہا'' **فمن سمع منہ قبل سنة عشرین فسماعہ جید**''یعنی مذکورہ راوی اپنی زندگی کے آخری حصے میں ۲۱۳ھ کو اس کا دماغی توازن خراب ہوگیا پھر کچھ مدت ٹھیک ہوگیا مگر ۲۱۶ھ میں پھر پوری طرح مختلط اور غیر متوازن ہوگیا تھا اس کے بارے میں متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ جس نے اس سے اختلاط سے قبل سنا اس کا سماع درست (یعنی اس روایت میں وہ ثقہ ہے)ورنہ نہیں اھ ملخصاً۔

اقول

ائمہ شان کی بھی یہ صراحت موجود ہے کہ (روایت ہذا کے راوی) علی عبدالعزیز بغوی کا اس سے سماع اختلاط کے بعد ہی ہے بناء بریں یہ روایت مختلط قرار پائی جو ضعیف اور غیر مقبول کی اقسام سے ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں''**وقال العقیلی سماع علی البغوی من عارم سنة سبع عشرة یعنی بعد الا ختلاط**''یعنی محدث عقیلی نے کہا کہ عارم سے علی البغوی کا سماع ۲۱۷ھ کو اسکے اختلاط کے بعد ہے ملاحظہ ہو۔

﴿تہذیب التہذیب، ج۹، صفحہ۳۵۹، طبع مصر و پاک﴾

ا۔ روایت ہذا کا تیسرا راوی حماد بن زید (بن درہم الازدی البصری) ہے اس کے متعلق ابن سعد نے فرمایا'' **کان**

عثمانیا'' یہ ناصبی تھا۔ یعقوب نے کہا: '' **یقصر فی الاسانید و یوقف المرفوع کثیر الشك بتو قیفه** '' یعنی یہ احادیث کی اسانید کو اختصار سے بیان کرتا اور مرفوع احادیث کو کثرت سے شک کا شکار ہونے کے باعث موقوف صورت میں پیش کرتا تھا۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب، ج ۳، صفحہ ۱۰، طبع مصر و پاک﴾

۲۔ اس کا چوتھا راوی ﴿جسے یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کا مطابع کہا گیا ہے﴾ مجالد بن سعید (الکوفی) ہے امام حافظ ابن حجر تقریب التہذیب (صفحہ ۲۲۹) میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں '' **لیس بالقوی وقد تغیر فی آخر عمرہ** '' یعنی وہ حدیث میں قوی نہیں ہے علاوہ ازیں وہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں متغیر بھی ہو گیا تھا اھ۔

نیز حافظ صاحب موصوف تہذیب التہذیب ﴿ج ۱۰، صفحہ ۳۷﴾ میں اسکے متعلق ارقام فرماتے ہیں: امام بخاری نے اسے اگرچہ صدوق اور عجلی نے جائز الحدیث کہا ہے جو (ہلکی سے توثیق ہے) امام یحییٰ بن سعید '' **یضعفه** '' اسکی تضعیف فرماتے تھے۔ نیز فرماتے '' **تکتب کذ با کثیر اً** '' '' **کان یلقن فی الحدیث** '' یہ ملقن (حدیث میں تلقین کو قبول کرتا) تھا۔ تم اگر اس سے حدیثیں لکھو گے تو ان میں بہت جھوٹ پاؤ گے۔ امام ابن مہدی '' **لایروی عنه** '' اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔ امام احمد بن حنبل '' **لایراہ شئیا** '' اسے لیس بشئی قرار دیتے تھے یعنی فن حدیث میں اس کا کچھ مقام نہیں تھا۔ امام بخاری کے استاد امام ابن المدینی فرماتے تھے '' **فی نفسی منه شیئی** '' مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ نیز ابن المہدی نے کہا '' **لیس بشیئی** '' حدیث میں اسکی کچھ وقعت نہیں نیز '' **تغیر حفظه فی آخر عمرہ** '' اپنی عمر کے آخری حصے میں قوت حافظہ کھو بیٹھا تھا۔ نیز امام احمد سے منقول ہے '' **لیس بشیئی یرفع حدیثا کثیرہ الایرفعه الناس** '' یعنی یہ بالکل کچھ مقام نہیں رکھتا بہت سے ایسی احادیث جنہیں ائمہ مرفوع نہیں کہتے یہ انہیں مرفوع صورت میں بیان کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا '' **ضعیف لا یحتج بحدیثه** '' یعنی ایسا ضعیف ہے کہ اسکی بیان کردہ حدیث لائق احتجاج نہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا '' **لیس بالقوی فی الحدیث لا یحتج به** '' یعنی حدیث میں قوی نہیں اور نہ ہی وہ لائق احتجاج ہے۔ امام نسائی نے کہا '' **لیس بالقوی** '' قوی نہیں ہے۔ دار قطنی نے کہا '' **لایعتبر به** '' اسکی روایت لائق اعتبار نہیں ہے۔ امام ابن سعد نے کہا '' **ضعیفاً فی الحدیث** '' وہ حدیث میں ضعیف ہے۔ ابن حبان نے کہا '' **لا یجوز الا حتجاج به** '' اسے قابل احتجاج سمجھنا جائز نہیں ہے۔ محدث ابن عدی نے کہا '' **له عن الشعبی عن جابر احادیث صالحة و عن غیر جابر و عامة ما یرو به غیر محفوظ** '' یعنی اس کی وہ روایتیں صالح ہیں جو اس نے امام شعبی سے اور انہوں نے حضرت جابر سے لی ہیں اس طریق سے ہٹ کر اسکی سب روایتیں نا قابل قبول ہیں اھ ملخصاً۔

اقول

روایت ہذا بھی ”**شعبی عن جابر**“ کے طریق سے ہٹ کر ہے پس اس کے نا قابل قبول ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔سعیدی بقلمہٖ نیز ملاحظہ ہو۔﴿میزان الاعتدال ج ۳،صفحہ ۴۳۸ جلہ نحوہ﴾

نیز حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ نورالدین ہیثمی مجمع الزوائد﴿جلد ۱،صفحہ ۱۸۱﴾ میں اسکے متعلق لکھتے ہیں ”**وثقه النسائی ضعیفه البخاری و احمد بن حنبل و یحییٰ**“ نسائی نے اسکی توثیق کی ہے (مگر ان سے اکابر محدثین) امام بخاری،امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ نے اسے ضعیف کہا ہے﴿نیز ملاحظہ ہو طبرانی کبیر جلد ۹،صفحہ ۱۲۷،حاشیہ ۸۶۳۶، بحوالہ مجمع الزوائد﴾

لطیفہ

میزان الاعتدال (ج ۳،صفحہ ۴۳۸) میں ہے:”**قیل لخالد الطحان دخلت الکوفةفلم تکتب عن مجالد قال لانه کان طویك اللحیة**“ یعنی خالد الطحان سے کہا گیا آپ کوفہ میں تو گئے مگر مجالد سے کوئی راویت نہ لکھی،کیوں؟انہوں نے کہا:اسلئے کہ اس کی داڑھی انتہائی لمبی تھی (جس سے میں ڈر گیا) اھ۔

اقول

جیسے گکھڑوی کے بعض شیوخ اس میں ضرب المثل تھے کالّلا ہوری وغیرہ۔خلاصہ یہ کہ یہ روایت از روئے سند سخت ضعیف ہے جو حسب تصریح ائمہ حدیث کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔مزید پڑھئے۔

الجواب نمبر ۲ ﴿متن پر کلام﴾

طبرانی کی یہ روایت،گکھڑوی کی بحوالہ دارمی پیش کردہ روایت سے الفاظ کی کمی بیشی میں مختلف ہی نہیں بلکہ کئی طرح سے اس کا مضمون اس کے مضمون سے متعارض متصادم اور متضاد بھی ہے جو درایتی پہلو کے حوالے سے ان دو میں سے کسی ایک کے غلط ہونے کو مستلزم ہے اور **تعارضا تسا قطا** کی مد میں بھی آتی ہیں جس سے گکھڑوی موقف پر بہرحال زد پڑتی ہے۔چنانچہ گکھڑوی کی پیش کردہ روایت میں ہے عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں ”ہم حضرت ابن مسعود کی معیت میں مسجد کو جاتے تھے“ نیز یہ کہ ”آپکی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا“ نیز یہ کہ حضرت ابن مسعود نے حضرت ابوموسیٰ سے فرمایا ”تم نے ان لوگوں کو کیا کہا انہوں نے عرض کی میں نے آپکی رائے یا امر کے انتظار کے باعث ان سے کچھ نہیں کہا“ نیز یہ کہ آپ نے ان سے فرمایا ”تم نے ان سے یوں کیوں نہ کہا کہ اپنی برائیوں کی گنتی کرو۔الخ“

نیز یہ کہ ”آپ نے ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو کر ان سے پوچھا تم کیا کر رہے ہو؟انہوں نے کہا ہم کنکریوں پر

تکبیر،تہلیل اور تسبیح شمار کررہے ہیں'' نیز ان لوگوں نے کہا ہماری نیت نیکی ہی کی تھی نیز یہ کہ آپ نے ان لوگوں خوارج قرار دیا اور حضرت عمرو بن سلمہ نے فرمایا کہ آپکی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف کھل کر سامنے آئی اور وہ لوگ جنگ نہروان میں ہمارے مقابلے میں تھے۔

جبکہ طبرانی کی روایت میں ان میں سے کسی کا بھی کوئی وجود ونشان کا پتہ نہیں ہے علاوہ ازیں طبرانی کی روایت میں ہے حضرت اابن مسعود نے ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا تھا ''وازواجہ شواب'' کہ'' آپ ﷺ کی ازواج ابھی جوانی میں ہیں'' دارمی میں انکا کوئی وجود نہیں ہے نیز یہ ظاہر البطلان بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی سب ازواج مطہرات عالم شباب کی نہ تھیں نیز دارمی کی روایت میں ہے کہ ہم نماز فجر سے قبل حضرت ابن مسعود کے در دولت پر انکے انتظار میں بیٹھا کرتے تھے یعنی یہ انکا معمول تھا اور تھا بھی نماز فجر سے قبل جبکہ طبرانی کی اس روایت میں یوں ہے کہ ہم آپ کے دروازے کے پاس مغرب اور عشاء کی مابین بیٹھے تھے یعنی ایک بار کا واقعہ ہے اور ہے بھی مغرب وعشاء کی مابین کا فرق ظاہر ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دارمی میں ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری نے حضرت ابن مسعود سے کہا تھا کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو حلقے بنائے بیٹھے دیکھا ہے نیز یہ کہ ہر حلقہ کا نگران شرکاء سے کہتا ہے کہ سوسو بار تکبیر،تہلیل اور تسبیح پڑھو نیز یہ کہ انہوں نے اس ہئیت کذائیہ کو بہت عمدہ کام بتایا تھا جبکہ طبرانی کی اس (پیش نظر) روایت میں اس کے بالکل برعکس ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے ان کے آنے کا سبب پوچھا اور آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک نیا کام دیکھ کر آیا ہوں جس نے مجھے چونکا دیا ہے لیکن ہے وہ بہت ہی اچھا کام اور یہ بات آپ نے مکرر کہی اور وہ کام یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک انہیں کہتا ہے اس اس طرح تسبیح تحمید کرو۔تو ان میں کئی طرح سے فرق ہے۔

۱۔دارمی کی روایت میں تکبیر تہلیل اور تسبیح کا ذکر ہے جبکہ طبرانی میں صرف تسبیح اور تحمید مذکور ہے۔

۲۔دارمی کی روایت کے مطابق مسجد میں لوگوں کے کئی حلقے تھے اور ہر ہر حلقے کا نگراں الگ الگ تھا جبکہ طبرانی سے مترشح ہے کہ انکا ایک ہی حلقہ تھا اور ایک نگراں۔

۳۔دارمی کے مطابق آنے کا سبب پوچھنے والے حضرت ابن مسعود اور سبب بتانے والے حضرت ابوموسیٰ ہیں طبرانی میں اسکے برعکس ہے۔

۴۔دارمی کی رو سے اس محفل ذکر کو خیر اور بہت اچھا بتانے والے حضرت ابوموسیٰ ہیں جبکہ طبرانی کے پیش نظر یہ خود حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔

۵۔اسی سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ حضرت ابن مسعود نے ان لوگوں کے اس عمل کو بہت اچھا بھی کہا پھر اس پر انہیں

ضال ومضل بھی قرار دیا جس سے اس روایت کا غلط ہونا اظہر من الشّمس وابین من الامس ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ طبرانی کی (مجالد بن سعید کی) اس روایت کو دارمی کی (یحییٰ بن عمرو بن سلمہ) کی روایت کا متابع سمجھنا کسی طرح درست نہیں۔ (والحمدللہ)

نمبرا۔متابعت عمرو بن سلمہ از مسیّب بن نجبہ سے جواب:۔معجم الکبیر طبرانی میں ہے کہ مسیّب بن نجبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں آکر عرض کی ”**انی ترکت قوما بالمسجد یقولون من سبح کذا و کذا فله کذا و کذا قال قم یا علقمه فلمار اهم قال یا علقمه اشغل عن البصار القوم فلما سمهم وما یقولون قال انکم لمتمسکون بذنب ضلالة او انکم لاهدی من اصحاب محمد ﷺ**“ یعنی میں مسجد میں کچھ ایسے لوگ چھوڑ کر (دیکھ کر) آیا ہوں جو یہ بیان کر رہے ہیں کہ جس نے اتنی اتنی تسبیح پڑھی تو اس کے لئے اتنا اتنا ثواب ہے۔ آپ نے اپنے تلمیذ علقمہ سے فرمایا چلیں ادھر چلتے ہیں پس جب آپ نے ﴿وہاں پہنچ کر﴾ انہیں دیکھا تو علقمہ سے فرمایا مجھے ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھو پھر جب آپ نے ان کی گفتگو سنی تو ان سے فرمایا بلا شبہ تم گمراہی کو اختیار کر رہے ہو یا حضور ﷺ کے اصحاب سے زیادہ ہدایت پر ہو۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿جلد۹،صفحہ ۱۲۵،حدیث نمبر ۸۶۲۸،طبع مذکور﴾

جواب نمبر ۱ ﴿اس کی سند صحیح نہیں﴾ اقول اوّلاً

اس کی سند صحیح نہیں ہے چنانچہ طبرانی میں اس کی سند اسطرح ہے **حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو نعیم ثنا سفیان عن سلمه بن کهیل عن ابی الزعراء قال جاء المسیب بن نجبة الخ**۔ملاحظہ ہو﴿جلد وصفحہ وطبع مذکور﴾

علی بن عبدالعزیز (بن محمد ابوالقاسم النیسابوری الخشاب،شیوخ شیعہ سے ہے، ملاحظہ ہو ابوالزعراء ﴿عبداللہ بن ھانئ الکبیر الکوفی الازدی﴾ کے بارے میں حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں: ”**قال بخاری لا یتابع فی حدیثه**“ اسکی بیان کردہ روایت متابعت کے قابل نہیں ہوتی (تہذیب التہذیب ج ۶ صفحہ ۵۶) پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کے مطابق اس کی زیر بحث روایت، روایت عمرو بن سلمہ کی متابع بننے کی اہل نہیں۔

جواب نمبر ۲ ﴿اسکا متن گکھڑوی کے مفید مدعا نہیں﴾

:۔علاوہ ازیں اسکے متن سے گکھڑوی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کنکروں (اور شماروں) پر پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس میں صرف تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کی فضیلت کو بیان کرنے کا ذکر ہے جو گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی کے مضمون سے یکسر ہٹ کر ہے جبکہ تسبیح کی فضیلت

بیان کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کثیرہ میں ثابت ہے پس انکی یہ گفتگو جرم نہ تھی بلکہ عین حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھی۔ان سب کی مکمل بحوالہ تفصیل روایت دارمی کے جواب میں گزر چکی ہے ازا انجملہ صحیحین کی یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من قال سبحان الله وبحمده في يوم مائة مرة حطت خطاياه وان كانت مثل زبد البحر" یعنی جو مسلمان روزانہ سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے تو اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۰﴾ اور نہ ہمیں کچھ مضر ہے۔

متابعت نمبر ۲ عمرو بن سلمه از قیس بن حازم سے جواب

قیس بن حازم کی یہ روایت بھی گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی کی متابع نہیں ہوسکتی "ذكر لابن مسعود قاص يجلس بالليل ويقول للناس قولوا كذا فقال ذا رائتموه فأخبروني قال فأخبروه فجاء عبدالله متقنعا فقال من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه تعلمون انكم لأهدىٰ من محمد ﷺ واصحابه و انكم لمتعلقون بذنب ضلالة" یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قصہ گو اور واعظ کا ذکر کیا گیا جو رات میں لوگوں کو کہتا تھا "یوں کہو" آپ نے فرمایا جب تم اسے ایسے کرتے دیکھو تو مجھے آگاہ کرو قیس بن حازم نے کہا کہ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو اس سے مطلع کیا تو آپ چادر سے چہرہ چھپا کے تشریف لائے پس فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے تو پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا تو وہ معلوم کر لے کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں اپنے خیال میں تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت پر ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تم گمراہی کی دم سے چمٹے ہوئے ہو۔ ﴿طبرانی کبیر ج ۹، صفحہ ۱۲۵، حدیث نمبر ۸۶۲۹ نیز مصنف عبدالرزاق ج ۳، صفحہ ۲۲۱، حدیث نمبر ۵۴۰۸﴾

کیونکہ اس کی بھی سند صحیح نہیں ہے چنانچہ طبرانی میں اس کی سند یوں ہے "حدثنا اسحاق بن ابراهيم الدبري عن عبدالرزاق عن ابن عينية عن بيان عن قيس بن حازم قال الخ" ﴿طبرانی ج ۹، صفحہ ۱۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ صفحہ نمبر ۲۲۱﴾

اسحاق بن ابراھیم الدبری کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں :

"قلت ماكان الرجل صاحب حديث سمع من عبد الرزاق تصانيف وهوا بن سبع سنين او نحو ها لكن روى به عن عبدالرزاق احاديث منكره فوقع التردد فيهاهل هي منه فانفرو بهااوهي معروفةمما تفرد به به عبدالرزاق۔ اكثر عنه الطبراني" یعنی میں کہتا ہوں یہ شخص صاحب حدیث ﴿رجال فن حدیث سے﴾ نہیں تھا امام عبدالرزاق سے اس نے ان کی تصانیف سماع کیں جبکہ اسکی عمر کم و بیش سات برس تھی اس نے

امام عبدالرزاق کے حوالہ سے منکر احادیث ﴿سخت ضعیف حدیثیں﴾ بیان کی ہیں بناء بریں اس میں تردد واقع ہو گیا کہ یہ اس کے متفردات سے ہیں یا امام عبدالرزاق کے تفردات سے طبرانی نے اس سے بکثرت روایات لی ہیں اھ ما اردنا۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿میزان الاعتدال ج ا، صفحہ ۱۸۱ طبع سانگلہ ہل﴾

جبکہ امام عبدالرزاق سے گکھڑوی خود راضی نہیں ہے چنانچہ مسئلہ نورانیت نبی ﷺ کے حوالہ سے ان سے چڑ کھا کر گکھڑوی امام موصوف پر جرح کرتے ہوئے اپنی کتاب تنقید متین ﴿صفحہ ۸۸ طبع گوجرانوالہ﴾ میں لکھتے ہیں:

''امام عبدالرازق شیعہ تھے گو غالی نہ تھے مگر بعض چیزوں میں وہ منفرد ہیں۔ان کا کوئی ساتھ نہیں دیتا ﴿تذکرہ ج اصفحہ نمبر ۳۳۱﴾ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور ان کے بھانجے نے انکی کتابوں میں باطل روایتیں بھی شامل کر دی تھیں جس کی وجہ سے وہ کاذب مشہور ہو گئے تھے۔ مصنف عبدالرزاق کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں شمار ہیں۔اس طبقہ کی اکثر احادیث پر فقہاء کرام کے نزدیک عمل نہیں ہوا بلکہ انکے خلاف اجماع منعقد ہوا ہے۔۔۔۔اکثر ایسی ہیں خصوصاً جو قرآن کے خلاف ہیں اھ ملخصاً بلفظہٖ

نیز اسی کے صفحہ نمبر ۸۹ پر لکھا ہے ''موضوع حدیثیں تک موجود ہیں''۔الغرض حسب تصریح علامہ ذہبی، اسحاق الدبری کی وجہ سے پیش نظر روایت منکر اور سخت ضعیف ہے جبکہ خود گکھڑوی کے مطابق امام عبدالرزاق کے باعث یہ روایت خلاف اجماع، قرآن کے خلاف ہے جسے موضوع تک کہا جا سکتا ہے۔علاوہ ازیں یہ روایت دارمی کے مطابق بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں نہ مسجد کا ذکر ہے نہ کنکریوں کا۔نہ کنکریوں پر مخصوص تعداد میں پڑھنے کا۔اس میں تو ایک واعظ کا ذکر ہے جو رات میں لوگوں کو وعظ کرتا تھا جس سے گکھڑوی جماعت کے رات کے ﴿دین کے نام پر منعقد ہونے والے﴾ جیسے ہی بدعت قرار پائے جبکہ قولو اکذا کے لفظ ﴿جو مصنف عبدالرزاق نے دوبار طبرانی میں ایک بار واقع ہے﴾ مبہم ہیں جب کہ عبدالرزاق کی دیگر سند کے ساتھ ایک اور روایت میں ہے ''یقولُ سجوا'' وہ لوگوں سے کہتا تھا کہو سبحان اللہ ﴿مصنف ج ۳، صفحہ ۲۲۲، حدیث نمبر ۵۴۱۰﴾۔پس اگر یہ دونوں روایتیں ایک ہی شخص کے متعلق ہوں تو یہ بھی گکھڑوی کی جماعت کے واعظین وخطباء پر پوری پوری فٹ آ رہی ہیں کیونکہ بعینہٖ ان کا طریقہ کار بھی یہی ہے اس کی تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ولنعم ما قیل

ع میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نوٹ: صاحب مصنف امام عبدالرزاق کو شیعہ اور رافضی قرار دینا صحیح نہیں بلکہ ان پر غلط الزام ہے اور خارجیوں کا شوشہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ محبان اہل بیت سے تھے رفض سے انکو دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ''رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً

واسعةً واسعةً کاملةً اور یہ ایسے ہے جیسے حضور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ ”ان کان الرفض حب آل محمد ﷺ فلیشھد الثقلان انی رافض“ یعنی حضور ﷺ کے آل پاک کی محبت رفض ہے (جیسے خوارج کا تفوہ ہے) تو جن وانس سن لیں اور گواہ ہو جائیں کہ میں پکا رافضی ہوں یعنی حب اہل بیت عقیدۂ اہل سنت کا حصہ ہے رفض اور شیعیت ہرگز ہرگز نہیں (قاله فی دیوانه) اسکی مکمل تفصیل فقیر کی کتاب الضربات القاہرہ المعرف پوسٹ مارٹم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تنبیہ: یہاں سے واضح ہوا کہ مجمع الزوائد کا (ج ۱، صفحہ ۱۸۱ میں) روایت کے اس طریق کے متعلق یہ کہنا ”وفی بعض طرق الطبرانی الصحیحه المختصرة“ انکا سخت تسامح ہے۔ یغفر الله تعالیٰ لنا ولهٗ بجاه حبیبه المصطفیٰ علیه التحیه و ألثناء۔

متابعت عمرو بن سلمہ از ابو البختری سے جواب

ابو البختر ی کی حسب ذیل روایت میں پیش کردہ روایت دارمی کی متابع ہونے کی صالح نہیں۔ وہ یہ روایت ہے:

”بلغ عبدالله بن مسعود ان قوما یقعدون من المغرب الی العشاء یسبحون یقولون قولوا کذا و قولوا کذا قال عبدالله ان قعدو فاٰذنونی فلما جلسو ا اتوه فانطلق فدخل معهم مجلس (وفی لفظ اٰذنوه فانطلق اذاٰنوه فدخل مجلس معهم) و علیه برنس فأخذوا فی تسبیحهم فحسر عبدالله عن رأسه البرنس وقال انا عبدالله بن مسعود فسکت القوم فقال لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علمافقال رجل من بنی تمیم ما جئنا ببدعة ظلماء ولا فضلنا اصحاب محمد ﷺ علمافقال عمرو بن عتبة بن فرقد استغفرالله یا ابن مسعود و اتوب الیه فأمرهم ان یتفرقوا قال وراٰی ابن مسعود حلقتین فی المسجد الکوفة فقام منهما فقال ایتکما کانت قبل صاحبتها ؟ قالت احداهما نحن ، فقال للاخریٰ قوما الیها فجعلهم واحدة (وفی لفظه تحولو ا الیهم فجعلهماواحدة)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مغرب سے عشاء اس طرح تسبیح کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو تلقین کرتے کہتے ہیں اس طرح سے یوں کہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر وہ دوبارہ یہ کرنے بیٹھیں تو مجھے آگاہ کیجیو، پس جب وہ بیٹھے تو وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر انھوں نے آپ نے اپنا چہرہ ظاہر کر کے فرمایا کر کے فرمایا میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ ان لوگوں پر سکوت طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم نے تاریک بدعت کا ارتکاب کیا ہے تا پھر حضور ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا، ہم نے نہ تو تاریک بدعت کا ارتکاب کیا

ہےاورنہ ہی ہم علم میں حضور کے اصحاب سے بڑھ گئے ہیں۔ عمرو بن عتبہ بن فرقد نے عرض کی حضرت! میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اوراس سے بخشش مانگتا ہوں۔ پس آپ نے انہیں ان کے مابین کھڑے ہوکر فرمایا تم دونوں میں سے پہلا منعقد ہونے والا حلقہ کون سا ہے؟ ان میں ایک نے بتایا کہ ہم ہیں تو آپ نے دوسرے کوحکم دیا کہ اٹھ کراس میں شامل ہو جاؤ پس آپ نے ان کوایک حلقہ میں بدل دیا۔

ملاحظہ ہو ﴿مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۱،۲۲۲، ۵۴۰۹، نیز معجم طبرانی ج ۹ ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۸۶۳۰﴾

الجواب

یہ روایت بھی سنداً ومتناً کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے پیش کردہ روایت دارمی سے مختلف بھی ہے۔اس کے کچھ مندرجات گکھڑوی اصول کی نفی بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ طبرانی میں اس کی سند اس طرح ہے۔

" حدثنا اسحق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن جعفر بن سليمان انا عطاء بن السائب لا اعلمه الا عن ابى البخترى قال الخ" ملاحظہ ہو ﴿ا ج ۹ ص ۱۲۵، ۸۶۳۰ نیز مصنف عبدالزاق ج ۳ ص ۲۲۱، ۵۴۰۹﴾

اقول

اسحٰق بن ابراہیم دبری پر علامہ ذہبی کا کلام گزر چکا ہے کہ یہ شخص اس میدان کا مرد ہی نہیں ہے نیز یہ کہ امام عبدالرزاق سے اس کی روایت منکر ہوتی ہیں۔ یہ بھی ابھی گزرا کہ امام عبدالرزاق خود گکھڑوی کے ہاں قابل قبول نہیں ہیں، اگلے راوی کا حال سنیے۔

جعفر بن سلیمان (الضبی) کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: سلیمان بن حرب نے کہا **"لا يكتب حديثه"** اس کی روایت لکھنے کے بھی قابل نہیں ہے۔امام یحیٰی بن سعید کے حوالہ سے لکھا ہے **"لايكتب حديثه ، لا يروى عنه و كان يستضعفه"** کہ آپ اسے ضعیف سمجھتے تھے نہ تواس کی روایت لیتے اور نہ ہی اسے اپنے پاس نوٹ کرتے۔عبدالرحمٰن بن مہدی کے حوالہ سے رقم کیا **" لا ينبسط الحديث جعفر بن سليمٰن "** کہ آپ جعفر بن سلیمٰن کی روایت سے خوش نہیں تھے۔ نیز آپ اسے معتزلی اور رافضی قرار دیتے اور فرماتے تھے **" من اتى جعفر بن سليمان و عبدالوارث فلا يقربنى"** جو جعفر بن سلیمٰن اور عبدالوارث کے پاس جائے تو میری پاس آنے کی تکلیف نہ کرے۔ جریر بن یزید بن ھارون نے کہا: **" هو ارافضى مثل الحمار"** یعنی وہ گدھا قسم کا رافضی تھا۔ابن حبان نے کہا شیعہ تھا۔ دوری نے کہا حضرت معاویہ کو گالیاں بکتا تھا۔ابن عمار نے کہا ضعیف ہے۔(ملخصاً)

ملاحظہ ہو ﴿تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۸۱، ۸۲، ۸۳ طبع مصر و پاک﴾

عطاء بن سائب (الکوفی) کے بارے میں حافظ ابن حجر رقام فرماتے ہیں: امام شعبہ نے فرمایا: " **ثلثة فی القلب منهم هاجس عطاء بن السائب الخ** " مجھے تین شخصوں سے نفرت ہے ایک ان میں سے عطاء بن سائب ہے۔ ابن الجارود نے اسے ضعفاء میں شمار کیا۔ امام یحیٰ بن معین نے فرمایا ضعیف ہے ۔طبرانی نے کہا "**ثقة اختلط فی اٰخر عمره فما رواه عنه المتقدمون فهو صحیح مثل سفیان و شعبة و زهیر و زائده**" یعنی ثقہ ہے مگر آخری عمر میں مختلط ہو گیا تھا (قوۃ حافظہ کے خراب ہو جانے کے باعث غلط وصحیح کا فرق معلوم نہ رہا) لہٰذا اس کی اس سے قبل کی روایات صحیح ہیں امام سفیان، شعبہ زہیر اور زائدہ قبل از اختلاط کے رواۃ سے ہیں۔ ابو حاتم نے کہا: " **و فی حدیث البصریین عنه تخالیط کثیرة لانه قدم علیهم فی اٰخر عمره** " یعنی اس سے بصریوں کی تمام روایات مختلط ہیں کیوں کہ وہ ان کے ہاں بعد از اختلاط وارد ہوئے تھے۔ امام احمد، وھیب ، ابوداؤد، شعبہ، ابن عدی، ابو حاتم ،نسائی، ابن عیینہ، حمیدی، القطان، ابن حبان، دارقطنی ، ساجی، عقیلی اور امام بخاری وغیرھم نے فرمایا ضعیف اور مضطرب الحدیث ہے کسی کام کا نہیں اس کی روایت میں کچھ نکارت پائی جاتی ہے "**من سمع منه قدیماً فسماعه صحیح و من سمع منه حدیثاً لم یکن بشئی**" جس نے اس سے قدیم میں سنا تو اس کی روایت صحیح ہے اور جس نے بعد میں سنا تو لیس بشئ ہے۔ رادقطنی نے کہا" **لایحتج من حدیثه الابما رواه الا کابر شعبة و الثوری ووهیب نظرائوهم واماابن علیةوالمتأخرون ففی حدیثهم عنه نظر** " یعنی اس کی محض وہی روایات لائق احتجاج ہیں کو شعبہ، ثوری اور وہیب جیسے اکابر نے اس سے لیں۔ ابن علیہ اور متأخرین کی اس سے لی گئی روایات محل نظر ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "**قلت فیحصل من مجموع کلامهم ان سفیان الثوری و شعبه و زهیر او زائده ،حمادبن زیدو ایوب عنه فصیح ومن عداهم یتوقف فیه الا حماد بن سلمة فاختلف قولهم والظاهر انه سمع منه مرتین مرةمع ایوب کما یئومی الیه کلام الدارمی و مرة بعد ذلك لما دخل الیهم البصرة و سمع منه جریر ع ذویه**" یعنی میں کہتا ہوں کہ ائمہ شان کے مجموعہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ سفیان ثوری ،شعبہ، زہیر، زائدہ، حماد بن زید اور ایوب کا اس سے سماع صحیح ہے۔ ان کے علاوہ کے سماع میں فیصلہ یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔ حماد بن سلمہ کے بارے میں دو قول ہیں کہ اس کی بعض روایات صحیح اور بعض متوقف فیہ ہیں کیوں کہ جب کلام دارمی ایک بار انھوں نے ایوب کی ہمراہی میں اس سے سماع کیا اور دوسری بار اس وقت کہ جب وہ بصرہ میں پہنچے اور جریر وغیرہ کے ہمراہ سماع کیا۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۳ تا ۱۸۶﴾

اقول

اس تفصیل سے واضح ہے کہ جعفر بن سلیمان (جو خود بھی متکلم فیہ ہے) کا عطاء بن السائب سے سماع قدیم میں نہیں بناء بریں حسب تصریحات ائمہ شان یہ روایت لیس بشئی ہے جس کے بعد اگرچہ مزید کلام کی ضرورت نہیں تاہم تبرعاً یہ بھی پڑھ لیجیے کہ عطاء کی یہ روایت ابوالبختری سے ہے اور ائمہ نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ ابوالبختری سے لی گئی اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ اور ابن علیہ نے کہا: " **ماحد ثك عطاء بن السائب عن رجال زاذان و ميسرة و ابى البخترى فلا تكتبه و ما حدثك عن رجل بعينه فاكتبه**" یعنی عطاء بن السائب جو کچھ تمہیں زاذان، میسرۃ ابی البختری کے حوالہ سے بیان کریں اسے مت لکھو اور جو کسی اور متعین شخص سے بیان کرے تو اسے لکھ سکتے ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۳﴾

اب خود ابوالبختری کے بارے میں اہم شان کی سنئے۔

ابوالبختری کا نام سعید بن فیروز الطائی ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب (۳۰۳) میں فرماتے ہیں:

" **كثير الارسال ثقة ثبت فيه تشيع قليل** " کثیر الارسال ہیں ثقہ وثبت ہیں ان میں کچھ تشیع ہے۔

تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں " **كثير الحديث يرسل حديثه و يروى عن الصحابه ولم يسمع من كثير احداً فما كان من حديثه سماعاً فهو حسن وما كان غيره فضعيف**" نیز ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے:

" **وما كان عن فهو ضعيف**" (ج ۴ ص ۶۵)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: " **يرسل عن على و الكبار** " ﴿میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۹۴﴾

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالبختری کثیر الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مرسل الحدیث بھی ہیں صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم کا نام سے بیان کرتے ہیں مگر بیشتر کا سماع ثابت نہیں ہے ان کی روایات کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنی جس روایت میں سماع کی تصریح کر دیں تو وہ درست ہوگی ورنہ ضعیف ہوگی۔ اھ

اقول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کبار سے ہیں اور پیش نظر روایت میں وہ سماع کی تصریح نہیں کر رہے بلکہ ان لفظوں سے بیان کیا ہے " **عن ابى البخترى قال بلغ عبدالله بن مسعود**"

﴿مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۱۔ ۵۴۰۹، طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۲۵، ۸۶۲۹﴾

جب کہ اصول میں یہ مبرہن ہے کہ قال کا لفظ، لفظ عَنْ کی طرح الفاظ سماع سے نہیں و **لا يخفىٰ علىٰ خادمها**۔

بلکہ بعض علماء حدیث سے یہ صراحتاً بھی ثابت ہے چنانچہ مجمع الزوائد (للعلامہ نور الدین الھیثمی)، ج ۱ ص ۱۸۲) حاشیہ

میں اسی روایت کے متعلق ابوالبختری کے بارے میں لکھا ہے:" **لم یسمع من ابن مسعود فالحدیث منقطع** " یعنی ابوالبختری کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔ بناء بریں یہ روایت منقطع ہے۔

نیز ملاحظہ ہو۔﴿طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۲۵ تحت حدیث ۸۶۳۰ بحوالہ ھامش مجمع الزوائد﴾

اقول

منقطع حدیث، ضعیف کے اقسام سے ہے پس یہ حدیث ضعیف ہوئی۔ علاوہ ازیں اس کا متن روایت دارمی کے متن سے کئی وجوہ سے مختلف بھی ہے مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے در دولت پر انکے انتظار میں بیٹھنا، حضرت موسی اشعری کی آمد اور حضرت ابن مسعود سے انکا مکالمہ نیز مسجد میں کئی حلقہ جات اور ہر حلقہ پر نگران، کنکریاں اور نگرانوں کی ہدایت کے مطابق کنکریوں پر تسبیح، تہلیل وتکبیر کا پڑھنا وغیرھا۔ ان میں سے کسی کا روایت ھذا میں کوئی نشان پتہ نہیں ہے البتہ اس میں بنو تمیم کے ایک شخص کے حضرت ابن مسعود کے سامنے اکڑ جانے کا ذکر ہے اور اسی قبیلہ کے لوگ ہی خوارج بلکہ خارجیت کی جڑ تھے جیسا کہ روایت دارمی کے مباحث میں گزرا ہے۔ نیز اس روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کی حضرت ابن مسعود نے ذکر وتسبیح سے منع نہ فرمایا بلکہ حلقات میں تقسیم ہونے کو ناپسند فرمایا تھا کہ یہ تفرقہ کی بنیاد تھے جس کی تفصیل روایت دارمی کے تحت گزر چکی ہے، جو گکھڑوی منصوبہ کے سراسر منافی ہے۔ علاوہ ازیں روایت ہذا میں "بدعت" کو "ظلماء" سے مقید کیا گیا ہے جسے گکھڑوی نے بھی روایت دارمی کی ابحاث میں برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں:"
یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور بدعت ظلمات بھی"﴿راہ سنّت ۱۴۴﴾
جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت بری نہیں بدعت محض وہی مذموم ہے جو گمراہانہ ہو اور ظلماء کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ بھی گکھڑوی موقف کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ وہ بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں بالفاظ دیگر ہر بدعت کو مطلقاً مذموم وظلماء سمجھتے ہیں۔

ابوالبختری کی ایک اور روایت سے جواب

نیز طبرانی کبیر (ج ۲، ۱۲۶، ۸۶۳۱) میں ابوالبختری کی ایک مزید روایت اس طرح ہے:" **حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو نعیم ثنا عبدالسلام بن حرب عن عطاء بن السائب عن ابی البختری و ربما قال عامر دخل المسجد فا ذا ھو ابحلقتین فقال للغلام انطلق وا نظر أھٰئلاء جلوساًقبل ام ھٰئلاء؟ فجاء فقال ھٰئلاء فقال انما یکفی المسجد محدث واحد فا نما ھلك من کان قبلکم با لتباغی**"

اقول

یہ بھی صحیح اور گکھڑوی کو کچھ مفید یا ہمیں کچھ مضر نہیں کیوں کہ اس کی سند میں علی بن عبد العزیز ہے جس پر مسیّب بن نجبہ کی روایت کے تحت کلام گذر چکا ہے۔اسی طرح عطاء بن السائب نیز ابوالبختر ی کے بارے میں بھی تفصیلات گزری ہیں۔مزید سنیے۔

اس کا ایک راوی عبد السلام بن حرب (بن سلمہ النہد ی) ہے۔حافظ صاحب اس کے بارے میں لکھتے ہیں:''ثقة حافظ له مناکیر من صغاالثامنة'' طبقہ ثامنہ کے چھوٹے درجہ کے راویوں سے ہے، ثقہ حافظ ہے مگر اس کی بہت سی روایات منکر اور سخت ضعیف ہیں۔﴿تقریب التہذیب ۵۹۵﴾

تہذیب التہذیب میں رقم طراز ہیں: امام احمد نے فرمایا'' کنا ننکر من عبدالسلام شیئاً'' ہم عبد السلام کی روایات میں کچھ نکارت پاتے ہیں۔یعقوب نے کہا'' فی حدیثه لین'' اس کی روایت میں کمزوری ہے۔ابن سعد نے کہا'' کان به ضعف فی الحدیث'' اسے ضعف فی الحدیث کا عارضہ ہے۔امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا'' قد عرفته'' میں اسے خوب پہچان چکا ہوں۔(فرماتے ہیں)'' و کان اذا قال قد عرفته فقد اهلکه'' یعنی امام عبداللہ بن مبارک جس کے متعلق ''قد عرفته'' کے لفظ بول دیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی تباہی کر دی یعنی ان کی اصطلاح میں یہ شدید ترین جرح ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿ج٦ص٢٨٣﴾

علاوہ ازیں اس میں روایت دارمی کا وہ مضمون نہیں ہے جو گکھڑوی کا محل استدلال ہے اور جو ہے وہ ان کے لئے مفید مدعا نہیں بلکہ ایک طرح سے ان کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں صرف اور صرف مسجد میں بٹ کر بیٹھنے کا ناپسند ہونا مذکور ہے جس کی گکھڑوی جماعت خود مرتکب ہے۔

ابوالبختری کی ایک اور روایت سے جواب

اسی طبرانی میں ابوالبختر ی کی ایک اور روایت اس طرح ہے'' حدثنا عثمان بن عمر الضبی ثنا عبدالله بن رجاء أنا زائده عن عطاء بن السائب عن ابی البختری قال ذکر بعبدالله ان رجلاً یجتمع الیه و ذکر حدیث ابی نعیم'' ﴿ج۹، ۱۲۶،۸۶۳۲﴾

اقول

اس میں بھی عطاء بن السائب عن ابی البختر ی ہے جس پر مفصل کلام شروع میں گزر چکا ہے کہ عطاء کی روایت بالخصوص ابوالبختری سے ضعیف نیز ابوالبختر ی کی حضرت ابن مسعود سے روایت منقطع ہے۔جبکہ'' وذکر حدیث ابی نعیم'' کا مطلب یہ ہے کہ اس مضمون بعینہ متذکرہ بالا روایت والا ہے۔اس پر بھی کلام گزرا ہے کہ یہ گکھڑوی کو کسی طرح مفید نہیں

ملکہ بیک نوع خود ان کے خلاف ہے۔

متابعت عمرو بن سلمہ از ابو عبدالرحمن السلمی سے جواب

نیز طبرانی ﴿ج ۹ ص ۱۲۶، ۸۶۳۳﴾ میں ہے " حدثنا ابو مسلم الکشی ابو عمر الضریر انا حماد بن سلمة ان عطاء بن السائب اخبرهم عن عبدالرحمن السلمی قال کان عمرو بن عربة بن فرقد السلمی و معضد فی أناس من الصحابهما ا تخذامسجد ا یسبحون فیه بین المغرب و العشاء کذا و یهللون کذا و یحمدون کذا فأخبربذلك عبدالله بن مسعود فقال للذی اخبره اذا جلسوا فاٰذنی فلما جلسوا اٰذنه فجاء عبدالله علیه برنس حتی دخل علیهم فکشف البرنس عن رأسه ثم قال أنا ابن ام عبدالله لقد جئتم ببدعةظلماء او قد فضلتم اصحب محمد ﷺ علماء، فقال معضدو کان رجلا مفوها والله ما جئنا ببدعة ظلماء ولا فضلنا اصحاب محمد ﷺفقال عبدالله لئن اتبعتم القوم لقد سبقو کم سبقنا مبینا و لئن جرتم یمینا وشمالا تعد ضللتم ضلالاً بعیداً"، یعنی عمرو بن عتبہ بن فرقد سلمی اور معضد نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے ایک مسجد بنائی جس میں وہ مغرب وعشاء کے مابین مخصوص تعداد میں تسبیح تہلیل اور تحمید کرتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس کی مخبری کی گئی تو آپ نے مخبری کرنے والے شخص کے ذمّہ لگایا کہ جب وہ لوگ اس کے لئے بیٹھیں تو تم مجھے مطلع کرنا اس نے اس کی تعمیل کی۔ آپ اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانپے ان لوگوں کے پاس پہنچے پھر آپ نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا میں ابن امّ عبد ہوں۔ واللہ تم نے تاریک بدعت کا ارتکاب کیا ہے یا پھر تم حضور ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔ معضد جو یک دریدہ دہن اور منہ پھٹ شخص تھا، اس نے دیدہ دلیری اور شوخ چشمی سے آپ سے کہا: واللہ ہم نے کسی تاریک بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی ہم علم میں اصحاب نبی ﷺ سے بڑھے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تم اس مقدس جماعت کی پیروی تو وہ تمہارے بہترین پیشرو ہیں اور اگر اِدھر اُدھر ہوئے تو سخت گمراہی میں پڑ گئے۔

اقول

اس روایت کے ذریعہ رجل بنی تمیم کی وضاحت ہوگئی کہ وہ ''معضد'' تھا جو دریدہ دہن شخص تھا اس کے حوالہ سے کلام روایت ابی البختری کے تحت گزر چکا ہے۔ نیز بدعت ظلماء کے حوالہ سے بھی تفصیل وہیں پر گزری ہے۔ اس کا محمل بھی بیان ہو چکا ہے کہ منع کی بنیاد تسبیح وتہلیل اور تحمید نہ تھی بلکہ تفرقہ بازی کی خرابی پر مشتمل حلقہ بندی تھی۔ مزید سنئے۔

اس میں حماد بن سلمہ ہیں جو عطاء بن السائب سے روایت کررہے ہیں اور روایت ابوالبختری کی ابحاث میں ہم

باحوالہ لکھ آئے ہیں کہ حماد کی وہ روایات مختلف فیہ ہیں۔ اسی بناء پر امام ابن سعد فرماتے ہیں:" **كان ثقة كثير الحديث وربما حدث بالحديث المنكر**" یعنی ثقہ ہیں کثیر الحدیث بھی مگر بعض اوقات منکر حدیثیں لاتے ہیں نیز امام بیہقی نے فرمایا: " **احد ائمة المسلمين الا انه لما كبر ساء حفظه فلذا تركه البخارى**" یعنی ائمۃ المسلمین میں سے ایک ہیں الّا اینکہ جب یہ سن رسیدہ ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا فلہٰذا امام بخاری نے ان سے روایت لینا ترک کر دیا تھا۔

﴿تہذیب التہذیب ج۳ ص۱۳،۱۴﴾

نیز اس کا مرکزی راوی ابو عبد الرحمٰن السلمی (عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ الکوفی القاری) ہے جو اگرچہ ثقہ ہیں مگر حضرت ابن مسعود سے ان کا سماع مختلف فیہ ہے۔ التاریخ الکبیر میں ہے " **سمع عليا و عثمان و چب مسعود**" واقدی نے کہا" **شهد مع على صغين ثم صار عثماينا و كان من اصحاب المسعود**"۔ لیکن حجاج بن محمد نے اما شعبہ کے حوالہ سے کہا:" **لم يسمع ابن مسعود**" کہ ان کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں۔

﴿تہذیب التہذیب ج۵ ص۱۶۱﴾

بناء بریں یہ روایت مختلف فیہ اور منکر ہونے کے علاوہ منقطع بھی ہے جو از اقسام ضعیف ہے۔

متابعت عمرو بن سلمہ از اسود بن ھلال سے جواب

نیز طبرانی ﴿ج۹، ۱۲۸، ۸۶۳۹﴾ میں ہے:"**حدثناعلى بن عبدالعزيز ثنا ابو غسان مالك بن اسمٰعيل ثنااسرائيل عن اشعث بن ابى الشعثاء عن الاسود بن هلال عن عبد الله قال ذكروا له رجلا يقص فجاء فجلس القوم فسمعته يقول سبحٰن الله كذا و كذا فلما سمع ذالك قام فقال الا تسمعو ا فلما نظروا اليه قال انكم لاهدى من محمد ﷺ اصحابه انكم لتمسكون بطرف ضلالة**"اھ

اقول

علی بن عبد العزیز پر کلام گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔ مزید سنیئے:۔

اسرائیل (بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی) کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے یعقوب نے کہا "**فی حديثه لين**" اس کی روایت میں سقم ہے۔ ابن سعد نے کہا "**منهم من يستضعفه**" بعض نے اس کو ضعیف کیا ہے۔ امام ابن المدینی نے فرمایا "ضعیف" کہ یہ ضعیف ہے۔ عبد الرحمٰن بن مہدی سے منقول ہے "**لص يسرق الحديث**" کچھ مال کے چور ہوتے ہیں یہ ایسا چور ہے جو حدیثیں چراتا تھا۔ اسی میں ہے "اطلق ابن حزم ضعف اسرائیل" ابن حزم نے

اسرائیل کوعلی الاطلاق ضعیف قرار دیا ہے۔ ﴿تہذیب التہذیب ج۱ص۲۲۹ تا ۲۳۰﴾

اس سے قطع نظر اس میں اس محفلِ ذکر کا کوئی ذکر نہیں ہے جسے گکھڑوی دارمی کے حوالہ سے لائے ہیں بلکہ ایک واعظ کا ذکر ہے جو حاضرین سے سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ کہلواتا تھا یہ اگر ناجائز ہے تو گکھڑوی اسے اپنی جماعت کے خطباء کے لئے نسخہ کیمیا کے طور پر استعمال میں لائیں۔ طبرانی میں "**فسمعته یقول**" واقع ہے جبکہ صحیح "**فسمعه یقول**" ہے۔

عطاء بن السائب سے جواب

مصنف عبدالرزاق ﴿ج ۳، ۲۲۲، ۵۴۱۰﴾ میں ہے: "**عبدالرزاق عن معمر عن عطاء بن السائب قال سمع ابن مسعود بقوم یخرجون الی البریة معهم قاص یقول سبّحوا ثم قال انا عبدالله و لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علماً او لقد جئتم ببدعة ظلماء و ان تکونوا قد اخذتم بطریقتهم فقد سبقوا سبقاً بعیدا و ان تکونوا خالفتموهم فقد ضللتم ضلالا بعیداً علی ماتعدون امر الله**۔ اھ

اقول:۔ اس میں اس محفل کا کچھ ذکر نہیں ہے جو گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی میں مذکور ہے بلکہ اس میں بھی ایک واعظ کا ذکر ہے جو اپنے سامعین سے سبحٰن اللہ کہلواتا تھا پس یہ بھی گکھڑوی جماعت کے خلاف ہے کیونکہ وہ خود ہی اسکے مرتکب ہیں (**کما قد مرّ قبل ذٰلك انفاً**) مزید عرض ہے کہ امام عبدالرزاق پر خود گکھڑوی کو اعتماد نہیں۔ ان کی تنقید متین سے ان کی عبارت کچھ پہلے لکھی جا چکی ہے علاوہ ازیں یہ روایت معمر نے عطاء بن السائب سے لی ہے جو کوفی ہیں جب کہ حسب تصریح ائمہ شان اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے ان کی روایت غیر مستقیم ہوتی ہے چنانچہ امام ابن حجر، معمر (بن راشد البصری) کے ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں "**اذا حدثك معمر عن العراقین مخالفه الاعن الزهری و ابن طاووس فان حدیثه عنهما مستقیم فاما اهل الکوفه و اهل البصرة فلا**" یعنی عراقیوں خصوصاً اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے معمر کی روایت پر مت اعتماد کرو زہری اور ابن طاوس کی روایتیں اس حکم سے مستثنٰی ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب ج۱۰ص۲۱۹ نیز ج۷، ۱۸۳ ترجمہ عطاء بن السائب﴾

بعض دیگر روایات سے جواب

(۱) طبرانی (ج۹، ۱۲۷، ۸۶۳۴) میں ہے: "**حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویة بن عمرو ثنا زهیر عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله قال لا تملکوا الناس فیملوا الذکر**" یعنی حضرت ابن مسعود نے فرمایا: لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو ورنہ وہ ذکر سے اکتا جائیں گے۔

(۲) نیز اسی میں اسی صفحہ پر (۸۶۳۵ پر) ہے: **حدثنا اسحق بن ابراهیم أنا الدبری أنا عبدالرزاق أنا**

معمر عن الاعمش عن ابن مسعود مر برجل يذكر قوما فقاليا مذكر لا تقنط الناس یعنی حضرت ابن مسعود کا ایک شخص پر گزر ہوا جو لوگوں کو وعظ کر رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا واعظ صاحب! لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو۔

(۳) نیز اسی میں ۱۲۷، ۱۲۸ پر (۸۶۳۷ پر) ہے:"حدثنا احمد بن الزهير التستری ثنا ابراهيم بسطام ثنا ابو احمد الزبيری ثنا شريك عن اسحق عن عمرو بن زرارة قال وقف علی عبدالله وانا اقص فی المسجد فقال يا عمر لقد ابتدعتم بدعةضلالة او انكم لأهدی من محمد ﷺ و اصحابه ولقد رأيتهم تفرقوا عنی حتی رأيت مكانی ما فيه احد " یعنی عمرو بن زرارۃ نے کہا میں مسجد میں لوگوں کو وعظ کر رہا تھا حضرت ابن مسعود نے میرے پاس آ کر مجھے فرمایا: عمرو! تم نے بدعت ضلالہ کا ارتکاب کیا ہے یا پھر تم حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت پر ہو۔ عمرو کہتے ہیں اس پر میں نے لوگوں کو دیکھا وہ مجھ سے ایک ایک کر کے الگ ہو گئے یہاں تک میں اپنی جگہ اکیلا رہ گیا۔

(۴) اسی میں (۱۲۸ اور ۸۶۳۸ پر): حدثنا الحسين بن اسحق التستری ثنا علی نصر ثنا عبدالله بن دائود ثنا علی بن صالح عن ابی اسحق عن عبدالله بن اعز قال بلغ ابن مسعود ان عمرو بن زرارة مع اصحاب له يذكرهم فأتاهم عبدالله فقال انتم اهدیٰ ام ا صحاب محمد ﷺ انكم متمسكون بطرف ضلالة"، یعنی عبداللہ بن اعز نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن زرارہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے انہیں وعظ کر رہا ہے آپ نے ان کے ہاں تشریف فرما ہو کر ان سے فرمایا: تم زیادہ ہدایت والے ہو یا حضور ﷺ کے اصحاب؟ بلاشبہ تم گمراہی کے کنارے سے چمٹے ہو۔

اقول

ان روایات کی اسناد پر کلام سے قطع نظر ان میں سے کسی میں بھی گکھڑوی کی پیش کردہ روایت میں دارمی والا مضمون نہیں ہے بلکہ ان میں ایک واعظ کی تقریب وعظ کا ذکر ہے جسے گکھڑوی بھی بدعت مذمومہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کی پوری جماعت اس کی مرتکب ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا جو صحیح محمل ہے وہ ہم روایت دارمی کی توجیہ کے بیان کے ضمن میں مفصل بیان کر آئے ہیں کہ یہ تقریب ایک شرعی قباحت پر مشتمل تھی۔ خلاصہ یہ کہ روایت دارمی کی طرح اس سلسلہ کی دیگر روایات میں سے کوئی بھی روایت صحیح ثابت نہیں بلکہ ان کی اسناد پر سخت کلام ہے۔ اب ان روایات کے بارے میں تیسرا اور آخری جواب پڑھیئے۔

جواب ۳ ﴿برتقدیر تسلیم بھی روایات معنوی اعتبار سے صحیح نہیں ہیں﴾

اس سبب سے قطع نظر اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ یہ روایات، مجموعی حیثیت سے حسن یا فرض کیجیے انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی معنوی اعتبار سے یہ قطعی طور پر واجب الرد ہیں کیونکہ ان کا مضمون (حسب ظاہر) دلائل قطعیہ (قرآنی آیات نیز احادیث متواتر اور کم از کم مستفیضہ ومشہورہ) کے خلاف ہے۔ بالفاظ دیگر جو امر شرعاً مطلوب، محمود اور مرغوب ہے، اسے یہ مکروہ، مذموم اور ممنوع بتا رہی ہے جن کی مفصل باحوالہ بحث روایت دارمی کے جواب کے ضمن میں گزر چکی ہے **فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه**۔ نیز یہ روایت ان احادیث کثیرہ کے خلاف ہے جن سے ہیئت کذائیہ کا جواز و استحباب واضح ہے۔ تفصیل حدیث خیر القرون کی بحث میں گزر چکی ہیں۔

علّامہ ابن ملقن سے ان روایات کی توجیہ

اس بحث کو ہم اس پر مکمل کرتے ہیں کہ ان روایات کو ان کے ظاہر پر نہ رکھتے ہوئے نصوص شرعیہ کے عموم واطلاق پر کاربند رہنے کی توجیہ میں بفضلہٖ تعالیٰ ہم متفرد نہیں بلکہ یہ امر علماء سلف سے بھی ثابت ہے گو تعبیر و توجیہ مختلف ہو جو کسی طرح کچھ مضر نہیں۔ چنانچہ مشہور محدث وفقیہ ومصنف علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الاعلام ﴿ج ۲،۴۰۴﴾ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”**وتجاب علیٰ تقدیر ثبوت ذٰلك عنهم انه محمول علیٰ انه لم تبلغهم الاحادیث الخاصة فیه او انه اقترن نه امر من زیادة او ترك واجب شرعی او استدراج بذٰلك الی المفاسد علموها و الافا لاحادیث الصحیحة ثابتة بالامر با لذکر فرادٰی و مجتمعین والحث علیه**“ یعنی پہلے تو یہ روایات ثابت نہیں ہیں اگر ثابت مان لی جائیں تو جواب یہ ہے کہ یا تو انہیں اس سلسلہ کی احادیث نہیں پہنچی تھیں یا پھر یہ کہ ان لوگوں نے کسی امر کا اس میں خانہ ساز اضافہ کیا تھا یا ان لوگوں نے ایسی کوئی چیز ترک کردی تھی جس کا کرنا شرعاً ضروری تھا یا انہوں نے کسی شرعی قباحت کا ارتکاب کیا تھا ورنہ انفراداً و اجتماعاً ہر طرح سے ذکر الٰہی کا مأمور اور مطلوب و مرغوب بکثرت صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿احکام الاحکام للعلامۃ ابن دقیق العید ۲۵۵، حاشیہ ۳ طبع دار ابن حزم بیروت﴾

نوٹ:۔ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ کی عبارت آئندہ سطور میں مناسب مقام پر آرہی ہیں۔

و الحمد لله رب العالمین والصلوة و السلام علیٰ سیّد المرسلین مولانا محمد و علیٰ اٰله و صحبهٖ و تبعهٖ و علینا معهم اجمعین ط

روایت دارمی کے تائیدی حوالہ جات کا رد

مجالس الابرار کے حوالہ سے جواب

گکھڑوی اپنی پیش کردہ روایت دارمی کو تقویت دینے کی غرض سے پہلی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں: ''علامہ قاضی ابراہیم صاحب حضرت ابن مسعود کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں: **انا عبداللہ بن مسعود فو الذی وحدہ لا شریك لہ** کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا کیا تم علم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو۔ ﴿مجالس الابرار ۱۳۳﴾ ملاحظہ ہو۔ ﴿راہ سنت ۱۲۳﴾

الجواب

مجالس الابرار ایسی غیر معتبر کتاب ہے کہ جس کے مؤلف کا آج تک صحیح پتہ نہیں چل سکا وہ مجہول الحال کیا مجہول العین شخص ہے جس کا گکھڑوی کے بزرگوں کو بھی علم نہیں ہو سکا بلکہ ان کا اور خود گکھڑوی کا بھی اس میں خاصا اختلاف ہے پھر یہ ملاوٹی کتاب ہے یا پھر وہ فلسفۂ بدعت میں مولوی ابن تیمیہ کا پیروکار ہے پس وہ ہم پر کیونکہ حجت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ماضی میں ہمارے مسلک کے کئی ذمہ دار علماء اس سے اظہار لاتعلقی فرما چکے ہیں جیسے اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اپنی کتاب اصول الرشاد نیز اذاقۃ الاثام میں اور خود اعلیٰ حضرت فتاوٰی رضویہ میں۔ اس سب کی مکمل با حوالہ تفصیل گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ پھر گکھڑوی کے علامہ قاضی مجہول نے بھی اس روایت کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا تاکہ اس کی سند کو دیکھا جا سکے بہت جستجو کے باوجود ان الفاظ سے ہمیں یہ روایت مجالس الابرار کے سوا کہیں نہیں مل پائی۔ گکھڑوی نے بھی ''ایک روایت'' کہہ کر حوالہ کی ذمہ داری سے خود کو بچانے کی کوشش کی جو ان کی چابکدستی پر مبنی ہے کیونکہ اس سے قبل اس کے پس منظر کے طور پر اس میں مخصوص تعداد میں تکبیر اور تسبیح و تحمید کے پڑھوانے کا ذکر بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿مجالس الابرار ۱۶۵ مترجم اردو طبع کراچی﴾

جب کہ حدیث کی کسی بھی با سند کتاب میں یہ روایت اس انداز سے موجود نہیں، گکھڑوی میں اگر ذرہ بھر بھی صداقت، ہمت اور جرأت ہے تو اس کا بعینہٖ ثبوت مہیا کریں اور تسلی بخش جواب پائیں لیکن ہم بڑے وثوق سے عرض کرتے ہیں کہ وہ حسب بالا اس کا ثبوت نہیں لا سکتے۔

فھل من مبارز؟ ہمیں گوئی و ہمیں میداں۔ دیدہ باید۔

تعجب ہے گکھڑوی نہ ماننے پر آئیں تو احادیث صحیحہ کو بھی ردّ کر دیں اور ماننے کی ٹھان لیں تو بے سروپا روایات کو بھی حجت و سند بنائیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ روایت ہذا کے مختلف طرق سے من مانے جملے لے کر کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسے لایا گیا ہو اس تقدیر پر اس کی کچھ زمین دارمی، کچھ طبرانی اور کچھ مصنف عبدالرزاق ہی ہو سکتی ہے چونکہ یہی اس

کے ماٰخذ ہیں جن پر مکمل نظر کر کے ہم نے اصول روایت و درایت سے ہی ثابت اور واضح کر دیا ہے کہ گکھڑوی مئوقف کی تائید میں اس روایت کا کوئی طریق بھی کلام اور سقم سے خالی نہیں جب کہ ”فوا لذی لا الہٰ غیرہ“ نیز ” فقتم“ کے الفاظ کا وجود ان کتب میں کہیں بھی نہیں ہے۔ علاوہ بریں بر تقدیر تسلیم ہم نے ٹھوس دلائل لے حوالہ سے اس کا صحیح محمل بھی بیان کر دیا ہے ادھر ملاحظہ کیا جائے اس سے قطع نظر اسی مجالس الابرار (۱۶۴) میں بدعت کی تعریف میں لکھا ہے:

”زمانۂ صحابہ کے بعد شارع علیہ السلام کی قولی یا فعلی یا صریحی یا اشارۃً اجازت کے بغیر دین میں کچھ گھٹانا بڑھانا“ جو گکھڑوی کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو اس میں سید عالم ﷺ کو ”شارع علیہ السلام“ کہا گیا ہے جس سے گکھڑوی کو سخت ناراضگی ہے مکمل بحث ”مصباح سنت“ حصہ میں گزر چکی ہے۔ پس جب صاحب مجالس آپ ﷺ کو ”شارع“ کہ کر حسب فتویٰ گکھڑوی مسلمان ہی نہیں رہا تو مشرک کو اپنا پیشوا ماننا یا اسے معتمد مان کر اس سے استناد کرنا بذات خود مشرک ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز مجالس الابرار کی اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب کسی امر کی اجازت آپ ﷺ سے قولاً یا فعلاً پھر صراحۃً یا اشارۃً ثابت ہو تو اس پر عمل پیرا ہونا نیز اس کی ہیئت کذائیہ بدعت سیئہ نہیں اور نہ ہی یہ دین میں اضافہ ہے نہ ترمیم۔ ورنہ ”اجازت کے بغیر دین میں کچھ گھٹانا“ کا کیا مطلب ہوگا؟ اس سے بھی واضح طور پر کچھ آگے چل کر روایت ابن مسعود پیش کرنے کے بعد لکھا ہے :

”بعض باتیں جو صحابہ کرام کے بعد پیدا ہوئیں ہیں حسنہ ہیں۔ یہ باتیں بھی بدعت حسنہ ہیں مثلاً مدرسے اور خانقاہیں اور سرائیں بنانی۔ اسی طرح کی اور مفید چیزیں کو صحابی کے زمانہ میں نہ تھیں کیوں کہ اس کا جواب تو یہ دیا جائے گا کہ جس چیز کا حسن، شریعت کے صحیح دلائل سے ثابت ہو وہ اول تو بدعت ہی نہیں ہے اور اس صورت میں عام کا عموم ۔۔۔۔ حدیثوں میں علی حالہ باقی رہے گا۔ یا اس عام سے مخصوص ہو جائے گا اور جو عام کہ اس سے کوئی فرد خاص ہو جائے وہ اس فرد خاص کے سوا باوی کے لئے دلیل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿مجالس الابرار ۲۶۵﴾

اقول

عبارت ہذا کا ایک ایک لفظ گکھڑوی موقف کا ردّ بلیغ ہے اور خود صاحب مجالس کا بھی کہ جس امر کو بدعت سیئہ قرار دینے کے لئے انہوں نے سارے پاپڑ بیلے تھے خدا کے کرنے سے انہوں نے اسی کو ہی صحیح اور مطابق سنت کہنا شروع کر دیا۔ بالفاظ دیگر دوہرے معیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ”میٹھا ہپ اور کڑوا تھو“ کے ڈگر پر چل گئے۔ كذلك العذاب و لعذاب الآخرة اكبر لو كانوا يعلمون۔

حوالہ ابن دقیق العید سے جواب

گکھڑوی نے اس مقام پر اپنی پیش کردہ روایت دارمی کی تائید اور تقویت کی غرض سے مزید لکھا ہے:۔"اور شیخ الاسلام ابن دقیق ان کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں: **فقال اذا رأتموه فأخبرونی قال فأخبروه فأتاه ابن مسعود متقنعاً فقال من عرفنی فقدو من لم یعرفنی فأنا عبدالله بن مسعود تعلمون انکم لأهدٰی من محمد ﷺ و اصحابه (الیٰ ان قال) لقد جئتم ببدعة عظمٰی او لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علماء۔ فهٰذا ابن مسعود انکر هٰذا الفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر** "فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود نے جب تم اس کو دیکھو تو مجھے اطلاع دو۔ راوی کہتا ہے کہ ان کو اطلاع دی گئی وہ موقع پر پہنچے اور وہ سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ فرمایا مجھ کو جو جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو میں بتا دیتا ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ تم جانتے ہو کہ تم آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے زیادہ ہدایت پر ہو۔ (العیاذ باللہ) پھر فرمایا تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا تم آنحضرت ﷺ کے اصحاب پر علم میں فضیلت حاصل کر چکے ہو؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے مخصوص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا ہے حالانکہ فضیلت ذکر کے عام دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔

﴿احکام الاحکام ج ا ص ۵۲﴾ اھ بلفظہ ملاحظہ ہو۔ ﴿راہِ سنّت ص ۱۲۴﴾

الجواب

آغاز باب میں گکھڑوی کی پیش کردہ ان کی ایک عبارت کے جواب ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ علامہ دقیق العید کی یہ کتاب ان کی مستقل تصنیف یا تالیف نہیں بلکہ ان کی املاءات کا مجموعہ ہے بالفاظ دیگر یہ ان کی تقریرات وملفوظات ہیں جنہیں ان کے ایک تلمیذ نے مرتب کر کے ان کے نام سے جاری کیا جب کہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ایسے مجموعوں میں زیادہ تر مرتّبین کی فہم کا دخل ہوتا ہے تو عین ممکن ہے یہ حصہ بھی مرتب کی فہم کی نذر ہو گیا ہے الغرض یہ کتاب مسوس یا کم از کم مشکوک ہے نیز یہ کہ عبارت گکھڑوی کے مقرر کردہ معیار دلائل سے ہٹ کر ہے کہ یہ نہ قرآن کی آیت ہے نہ حدیث نبوی نہ اجماعی امر نہ امام اعظم کا قول ہے بلکہ ابن دقیق العید تو حنفی عالم بھی نہیں وہ شافعی مالکی یا مالکی شافعی ہیں جن کے اپنے اصول ہیں جب کہ بر تقدیر تسلیم اس مسئلہ میں ان کا یہ مئوقف خود ان کے اپنے محققین مذہب کے بھی خلاف ہے یہ سب تفصیل وہاں دیکھیں۔ علاوہ ازیں ابھی کچھ پہلے ہم ایک شافعی عالم ومحقق علامہ ابن الملقن کی عبارت لکھ آئے ہیں۔ جس میں انہوں نے عموم واطلاق نصوص سے استدلال کی تائید کرتے ہوئے ابن دقیق العید وامثالہم کا ردّ بلیغ فرمایا ہے اور روایت ابن مسعود (مبحث فیھا) کو غیر صحیح اور بر تقدیر تسلیم اسے مئوول قرار دیا ہے۔ اور اس عبارت کو احکام کے حاشیے میں ایک دیوبندی خیال

محشی نے بھی برقرار رکھا ہے ملاحظہ ہو۔(۳۱،۲۵۵)۔

علاوہ ازیں علامہ ابن دقیق العید کی پیش کردہ اس روایت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں: ''**ذکر لابن مسعود قاصّ یجلس باللیل و یقول للناس قولوا کذا و قولوا کذا**'' جنہیں گکھڑوی نے نقل نہیں کیا۔اس میں محفلِ ذکر کا بیان ہے ہی نہیں بلکہ ایک واعظ کے وعظ کا ذکر ہے جس میں وہ سامعین سے کچھ کہلواتا تھا اور دوسری روایت سے ہم ثابت کرآئے ہیں کہ وہ ''سبحٰن اللّٰہ'' کہلواتا تھا جس سے علامہ کی تقریب تام ہے نہ وہ گکھڑوی کے لئے مفید مدعا ہے نیز یہ بھی ہم ثابت کرآئے ہیں کہ منع کی وجہ ذکر نہ تھا بلکہ تفرقہ کی بنیاد ہونے کے باعث حلقہ جات تھے، یہ بھی ہم نے ثابت کردیا ہے کہ برتقدیر تسلیم اصول روایت کے مطابق تو وہ غیر صحیح ہے ہی، اصول درایت کی رو سے بھی نہایت درجہ غلط ہے کہ وہ قطعی دلائل کے خلاف ہے۔علاوہ بریں علامہ موصوف نے اس روایت کے نقل کرنے سے پہلے (شروع میں) اس کا مأخذ بھی بتادیا ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں **اخرجہ الطبرانی فی معجمہ بسندہ من قیس بن حازم** ''یعنی اسے طبرانی نے اپنی سند سے اپنی معجم میں روایت کیا ہے جسے گکھڑوی نے نقل نہیں کیا۔ملاحظہ ہو ﴿احکام الاحکام ۲۵۵﴾

اور ہم ''مزعومہ متابعات سے جواب'' کے زیرعنوان باحوالہ لکھ آئیں ہیں کہ طبرانی کی سند اس طرح ہے: ''**حدثنا اسحٰق بن ابراھیم عن عبدالرزاق عن ابن عیینہ عن بیان عن قیس الخ**'' یہ بھی مدلل لکھ آئیں ہے کہ علامہ رجال شمس ذہبی نے تصریح کی ہے کہ اسحٰق بن ابراہیم (الدبری) امام عبدالرزاق سے ''احادیث منکرہ'' روایت کرتا ہے۔نیز یہ کہ امام عبدالرزاق کو خود گکھڑوی نے بے اعتماد۔ان کی مصنف کو طبقۂ ثالثہ سے اور اس کی احادیث کو ''خلاف قرآن''، ''خلاف اجماع''، ''اور موضوع تک'' کہا ہے۔اور یہ حدیث بھی مصنف ہی کی ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روایت بے بنیاد ہے پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئی علامہ ابن دقیق العید پھر گکھڑوی کے استدلال کی پوری عمارت ہی زمین بوس ہوگئی۔**و ھو المقصود**

علاوہ ازیں عموم واطلاق نصوص سے استدلال کا صحیح، درست اور مسلم ہونا خصوصیت کے ساتھ محققین احناف کا متفقہ مذہب ہے جیسا کہ ہم اس حصہ میں مسلّم الثبوت للفاضل محبّ اللہ البہاری نیز فتح القدیر والتحریر للمحقق علی الاطلاق ابن الہمام سے ثابت کرآئے ہیں پس احکام کی یہ عبارت، ائمہ احناف کے خلاف ہے جب کہ گکھڑوی راہ سنت کے شروع میں اس امر کو اپنی کتاب کے لئے اصول موضوعہ شمار کرآئے ہیں کہ احناف کے خلاف کوئی بھی عبارت قابل قبول نہ ہوگی لہٰذا گکھڑوی کی پیش کردہ یہ عبارت خود ان کی تحریر کی رو سے واجب الرد ہوئی۔نیز گکھڑوی کی انتہائی معتبر علیہ کتاب مجالس الابرار میں عموم واطلاق نصوص سے استدلال کو صحیح قرار دیا ہے جس کی عبارت ہم نے اس سے پہلے والے عنوان کے تحت

پیش کردی ہے پس گکھڑوی کا واویلا ہر طرح سے غلط ہو گیا۔ و الحمدلله تعالیٰ علیٰ ذٰلك

گکھڑوی وجہ استدلال سے جواب

گکھڑوی نے روایت ابن مسعود سے اپنی وجہ استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ ''حضرت عبداللہ بن مسعود کا مطلب اس سے صرف یہی تھا کہ اگرچہ تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز وطریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کا بتا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے لہٰذا یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی ہے بدعت عظمیٰ بھی ہے اور ظلماء بھی اور بقول امام دقیق العید اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فضیلت ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا ہے'' اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو ﴿راہ سنت ۱۲۴﴾

الجواب

بفضلہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت اصول روایت ودرایت کی رو سے کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے اور بفرض تسلیم صحت وثبوت منع کی بنیاد ہیئت کذائیہ نہیں بلکہ تفرقہ کا سبب بننے والے حلقہ جات تھے۔ پس جب وہ سرے سے ثابت ہی نہیں ہے تو ابن دقیق العید پھر گکھڑوی کا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا خود بخود غلط ہو گیا کہ ''اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فضیلت ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا'' جب کہ آپ عموم واطلاق نصوص سے استدلال کے جواز نیز ھیئت کذائیہ کے بدعت حسنہ نہ ہونے کے قائل بھی تھے جس کے حوالہ جات روایت دارمی کے جواب کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔ البتہ خدا کے کرنے سے گکھڑوی نے نہایت صاف اور غیر مبہم الفاظ میں یہ مان لیا ہے کہ ''تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے''۔

''بہت کچھ'' اور ''فضیلتیں'' کے لفظ بتا رہے ہیں کہ اس سلسلہ کی احادیث مستفیض اور مشہور بلکہ متواتر ہیں۔ پس جو امر اس قدر فرامین مبارکہ سے ثابت اور محبوب ترین تھا حضرت عبداللہ بن مسعود اسے کیسے ناپسند کر سکتے اور کیوں کر منع کر سکتے تھے۔ اس طرح سے تو گکھڑوی نے (خاکم بدہن) حضرت ابن مسعود کو ان احادیث مقدسہ کا منکر بنا کر پیش کر دیا ہے ﴿العیاذ باللہ تعالیٰ﴾ لہٰذا عبادات مطلقہ وعامہ امر کو ناجائز ممنوع اور بدعت سیئہ کہنا ان کے الفاظ میں بذات خود ''بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی بدعت عظمیٰ بھی ہے اور بدعت ظلماء بھی'' کہ **کل دعوٰی بلا دلیل لا یسمع** کے لئے اوقات وکیفیات کی تعیین عرفی نیز ہیئت کذائیہ کے بدعت سیئہ ہونے کا گکھڑوی کا دعویٰ تا حال قطعی طور پر بلا دلیل ہے جو اصول وقواعد کی رو سے ناقابل قبول اور مردود ہوتا ہے۔ پس گکھڑوی کا ایک شرعاً جائز مستحسن ومستحب اور خود ان کے لفظوں

میں ''محبوب ترین''۔مبارک ہو کہ ''حق بہ صاحب حق بر رسید''اور ''پہنچی خاک وہیں کہ جہاں کا خمیر تھی''۔

علامہ عبدالسمیع رحمہ اللہ کی عبارات سے مغالطات کا رد

اس سلسلہ میں گکھڑوی نے پاسبان ناموس رسالت، علامہ اہل سنت حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمہ اللہ کی بعض عبارات سے بھی مغالطے دینے کی کوشش کی ہے۔موصوف کے لفظ ہیں''اوراس روایت کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے'' چنانچہ مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:۔عبداللہ بن مسعود نے جہر سے ایک جماعت ذکراللہ کرنے والوں کو دھمکایا اوران کے فعل کو بدعت قرار دیا کتب فقہ اور حدیث میں یہ روایت مذکور ہے۔﴿انوار ساطعہ ۲۴﴾ ملاحظہ ہو۔﴿راہِ سنّت﴾

نیز ان کے لفظ ہیں:۔اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:''اس روایت میں لفظ قاص ہے یعنی ایک آدمی قصہ گو رات کے وقت قصہ کہنے بیٹھا تھا اور درمیان قصہ گوئی کے لوگوں کو کہتا جاتا تھا کہ ایسا کہو۔ یہ خبر عبداللہ بن مسعود کو پہنچی آپ وہاں تشریف لے گئے اوران کو دھمکایا کہ تم نے یہ بدعت نکالی ہے۔واضح ہو کہ یہ انکار عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اس کا مجمع کرنا قصہ گوئی کے واسطے یہ خلاف شرع تھا گو کہ ذکراللہ بھی کبھی کبھی درمیان میں ہوتا ہو،اصحاب رسول ﷺ قصہ گویوں کو جو بے اصل قصہ بیان کرتے تھے مسجد سے نکال دیا کرتے تھے۔﴿انوار ساطعہ بلفظہ ۳۸﴾اھ بلفظہ۔ملاحظہ ہو﴿راہ سنت ۱۲۴،۱۲۵﴾

اس سے متصلاً موصوف نے لکھا ہے:''مولوی عبدالسمیع صاحب نے اصولی طور پر یہ روایت تو صحیح تسلیم کرلی ہے۔''﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

الجواب

اس حوالہ سے عطر تحقیق حقیق وتدقیق انیق وہی ہے جو ہم نے پیش کردیا ہے کہ روایت ہذا بجمیع الوجوہ روایۃً درایۃً غلط اور سخت مردود ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں۔ نیز دلائل قویہ صحیحہ سے متعارض ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے گکھڑوی مدعا کے خلاف بھی ثابت ہے۔ ہیئت کذائیہ کا بنیاد ممانعت ہونا بھی ثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہے (وقد مرّ کلہ) علامہ فہامہ رحمہ اللہ پر کوئی قدغن نہیں کیونکہ انہوں نے یہاں اس پرائمہ تطبیق (فقہاء کرام) رحمہم اللہ کے طرز پر کلام فرمایا ہے جو عموماً روایت پر جرح وقدح کا انداز اپنانے کی بجائے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر بر تقدیر تسلیم ان کی وقیع وجیہ توجیہات پیش فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس مقام پر جرح وتعدیل سے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ان کے اس طرز سے ہمارے موقف پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ہمارا اوران کا مدعا ایک ہے جو ہیئت کذائیہ کا وجہ ممانعت نہ

ہونا ہے فرق ہے تو صرف تعبیر کا ہے۔ **ولا مشاحة فيه**

البتہ اس سے گکھڑوی کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ان کے مؤقف کی پیشگی طور پر صراحۃً نفی فرماتے ہوئے دلائل سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ روایت ھٰذا میں منع کی بنیاد ھیئت کذائیہ نہیں جیسا کہ ان کے الفاظ سے واضح ہے کہ ''واضح ہو کہ یہ انکار عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اس کا مجمع کرنا قصہ گوئی کے واسطے یہ خلاف شرع تھا'' جنہیں خود گکھڑوی نے بھی نقل کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گکھڑوی کو ان کی توجیہ سے اتفاق نہیں ہے یا یہ کہ وہ اسے مانتے نہیں ہیں جس سے حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کے استدلال میں کوئی سقم نہیں آتا۔ علامہ نے جن امور کو بنیاد بنا کر تفصیل سے اس توجیہ کو بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) عدم فعل بدعت ہونے یا عدم جواز کو مستلزم نہیں جس کے بیشمار دلائل میں سے حدیث صحیح متفق علیہ ''**من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منه فهو رد**'' بھی ہے جس میں احداث فی الدین کے ردّ ہونے کو ''**مالیس منه**'' سے مقید فرمایا گیا ہے اور قائدہ مسلّمہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہو تو قید کی طرف راجع ہوتا ہے پس ''**فهو ردّ**'' کا حکم اصل احداث کی طرف نہیں بلکہ اس کی قید ''**مالیس منه**'' کی جانب راجع ہوگا۔ یعنی جو نئی بات مخالف و مغیر دین ہوگی وہی رد ہوگی شرح جواہر التوحید میں ہے **ومن الجهلة من يجعل كل امر لم يكن فى زمن الصحابة بدعت مذمومه وان لم يقم دليل على قبحه تمسكا بقوله** ﷺ **اياكم و محدثات الامور ولا يعلمون المراد بذلك ان يجعل فى الدين ما ليس منه**۔ اھ

یونہی حجۃ الاسلام نے احیاء میں فرمایا۔ نیز شاہ صاحب تو مسوّی مصفّٰی ۱۷۸ میں یہاں تک فرما گئے کہ دواعی و اسباب کے ہونے کے باوجود بھی ترک فعل دلیل کراہت نہیں۔

نواب قطب الدین صاحب نے بھی مظاہر الحق میں حدیث (**ما احدث فی امرنا بدعة الارفع مثلها من السنة**) کے ترجمہ میں لکھا ہے: ''نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت سنت کے مزاحم ہو۔''

نیز حدیث افراق امت میں '' **ما انا علیه و اصحابی** '' کے الفاظ میں آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اصول ہیں بالخصوص جزئیات مراد نہیں ورنہ مدینی مدارس بھی اسی مد میں آئیں گے اور ان کے بانیان، فی النار ہوں گے کیوں کہ وہ بہ ھیئت کذائیہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

(۲) متذکرہ تفصیل کی رو سے نیز دیگر قرائن کے حوالہ سے روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں مذکور محفل پر انکار کی وجہ اس کی ہیئت کذائیہ نہیں تھی بلکہ اس میں پائی جانے والی شرعی خرابی تھی کیونکہ اس سلسلہ کی روایتیں دو طرح کی ہیں بعض

میں ہے کہ محفل ایک ''خاص'' (یعنی قصہ گو) کے زیرِ کنٹرول تھی چنانچہ روایت کے لفظ ہیں: ''**ذکر لابن مسعود قاص یجلس باللیل و یقول للناس کذا او کذا**'' **رواه البطرانی بسنده عن قیس بن حازم**۔ لفظ قاص سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ قصہ گوئی کے ضمن میں ذکر کی بات کرتا تھا جو عندالاصحاب الاکرام معیوب امر تھا اسی سے حضرت ابن مسعود نے انہیں سخت سست کہا جس کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ **ولا یذکر القصص المجازفة فان ا لصحابة انکروا علیٰ ذلك اشد الانکا ر و اخرجوا اولئك من المساجد و ضربوبهم** اھ (القول الجمل) نیز نصاب الاحتساب کی اس عبارت سے بھی '' **و القصص عندهم بدعة و کانوا یخرجون القصاص من الجامع** اھ۔'' نیز غنیۃ الطالبین میں ہے '' **وکان ابن عمر وغیره من الصحابه رضی الله عنه یخرجون القصاص** اھ۔''

مزید یہ حسب تصریح فقہاء کرام تبلیغ احکام کے وعظ کے دوران ذکر و درود پڑھانا مستحب ہے چنانچہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے:'' **العالم اذا قال فی المجلس صلوا علی النبی** ﷺ **فا نه یثاب علیٰ ذلك اذا قال کبروا ثیاب علیه** اھ۔''

القول الجمیل وغیرہ کی مذکورہ عبارات اسی روایت (ابن مسعود) کے مضمون کی جانب اشارہ ہے جس سے یہ امر متعین ہو جاتا ہے کہ وہ قصہ گو شخص ناپسندیدہ قصے ہی بیان کرتا تھا جسے ڈانٹا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ گکھڑوی نے اس پر کچھ کہنے کی بجائے مکمل چپ سادھ لی ہے جو اس کے جواب سے ان کے عجز کی دلیل ہے۔ جب کہ اس کے بعض طرق میں ہے کہ اس محفل میں بحد ممانعت جہر بالذکر کیا جا رہا تھا جس پر حضرت ابن مسعود نے انہیں ڈانٹا۔ اس کے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب مقام دلائل پیش فرمائے ہیں جیسے صحیح حدیث ''**اربعو ا علیٰ انفسکم لاتدعون اصم و لا غائبا انه معکم سمیع قریب**'' یعنی اس قدر چیخ اور چلا کر ذکر مت کرو کہ اس سے تمہاری جانیں مشقت میں پڑ جائیں اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے تم کسی ایسے کو یاد نہیں کر رہے جو بہرا اور غائب ہو بلکہ ایسے کا ذکر کر رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے سب کی برابر سنتا ہے (وغیرہ) بناء علیہ حضرت ابن مسعود کا ان لوگوں کو منع فرمانا بھی احداث ہیئت جدیدہ کے باعث نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے نزدیک سید عالم ﷺ کی اس سلسلہ کی احادیث کی رو سے اس طرح کا جہر ممنوع تھا۔

اس کے بعد علامہ عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مسلک سے بغاوت کرنے اور مسئلہ بدعت میں نئی راہ نکالنے والے اپنے سابقہ پیر بھائیوں (گنگوہی وغیرہ اور ان کے اتباع) پر اتمام حجت اور ظلم پر صدائے احتجاج بلند فرماتے ہوئے اس امر کی باحوالہ متعدد مثالیں پیش فرما کر بحث کو ہر

طرح سے مکمل فرما دیا ہے کہ بہت سے امور بہیئت کذائیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں مگران پر خود یہ مانعین بھی پابندی کے ساتھ کاربند ہیں پس اگران کا یہ نظریہ درست ہے تو ''الا بلا برگردن مُلّا'' کے پیش نظر اس کا سارا وبال خود ان پر پڑ گیا اور وہ بقلم خود مبتدع قرار پائے۔ جیسے منبر پر خطبۂ عید، نماز جمعہ کی اذان ثانی، آفاقی کے لئے طواف رخصت کے بعد کعبہ شریف کے احترام کی غرض سے الٹے پاؤں چلنا اور صوفیاء کرام رحمہما اللہ کے معمولات واشتغال یعنی مختلف طریقوں سے ذکراذکار مثلاً حبس دم، ذکر دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی اور اس دوران رگ کیماس کو دبا کر بیٹھنا اور تصور شیخ کرنا وغیرہ۔ (ملخصاً بمرادہ)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ﴿انوارِ ساطعہ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ طبع مجتبائی دہلی و پاکستان﴾

خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا رامپوری امدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنیٰ میں روایت ہذا کی تصحیح ہرگز نہیں کی جو گکھڑوی کے نظریہ مطابق ہے (یا موصوف کے مقتدایان مذہب گنگوہی کا تھا) پس گکھڑوی آپ کی ان عبارات کو اپنا مؤید سمجھنا ان کی خوش فہمی ہے یا عمداً انہوں نے عوام کو دھوکا اور مغالطہ دینے کی غرض سے تلبیس سے کام لیا ہے البتہ اس سے گکھڑوی کا سخت عجز ضرور واضح ہو گیا ہے کیونکہ انہوں نے علامہ رامپوری علیہ الرحمۃ کے دلائل کا کوئی جواب دئے بغیر انوار ساطعہ سے کانٹ چھانٹ کر کے اور حسب پسند الفاظ لے کر اور ان کے سیاق وسباق سے ہٹا کر ان پر بے جا اور لایعنی قسم کے اعتراضات کو بھرتی کر دیا ہے جس سے کتاب کے حجم کو بڑھانے کے سوا کچھ مقصود نہیں ورنہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارات کا جواب کیوں نہیں دیا نیز ضرورت شدیدہ کے باوجود معرض بیان میں سکوت چہ معنیٰ دارد؟ باقی ذاکرین کی جماعت کو جہر بالذکر کی بنیاد پر بدعتی قرار سے کر انہیں مسجد سے باہر نکال دینے کی روایت مکمل بحث کچھ صفحات بعد آرہی ہے سردست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ علامہ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ اس روایت سے بھی بر تقدیر تسلیم جواب دے رہے ہیں کیونکہ فریق مخالف اس سے بھی بڑی شد ومد سے استناد کرتا ہے حضرت علامہ نے یہاں کو نکتہ اٹھایا ہے گکھڑوی نے اسے چھوا تک نہیں جو ان کے عجز کی دلیل ہے۔ علامہ موصوف روایت ہذا کو فریق آخر کی مایۂ ناز دلیل سمجھے جانے والی حدیث " خیر القرونی قرنی" سے اس استدلال کے الزامی جواب کے طور لائے ہیں کہ سنت وہ ہے جو قرون ثلٰثہ میں پائی جائے یا جو کچھ ان قرون میں حادث ہو وہ سب سنت ہے جس کے آپ نے پانچ جواب دئے ہیں۔

چوتھے جواب میں آپ نے لکھا ہے: ''اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ قاعدہ سمجھ جاتے تو ہرگز تین قرون تک کسی کے احداث پر انکار نہ فرماتے حالانکہ صحابہ نے اپنے زمانہ میں بہت احداثات پر انکار فرمایا ہے۔ اس حدیث خیر القرون کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں **کما فی الصحیحین**، دیکھو انہوں نے جہر سے ایک جماعت ذکر

اللہ کرنے والوں کو دھمکایا اور ان کے فعل کو بدعت قرار دیا۔ کتب فقہ و حدیث میں یہ روایت مذکور ہے حالانکہ وہ لوگ ان کے ہم عصر تھے یا صحابہ تھے یا تابعین۔ اگر فعل انکار اس حدیث کے موافق سنت ہوتا تو اس حدیث کے راوی عبداللہ صحابی ان کو منع فرماتے۔'' اھ

﴿انوار ساطعہ ۲۵﴾

اقول

انوار ساطعہ کی مکمل عبارت سے واضح ہوا کہ گکھڑوی نے اسے پورا نقل کرنے کی بجائے اس کے محض من مانے الفاظ لے لئے ہیں جو ان کے عجز کے علاوہ سخت مجرمانہ خیانت بھی ہے، باقی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

تُرکی بہ ترکی جواب

ہمارے اس بیان سے گکھڑوی کی اس حوالہ سے آئندہ تمام تقریر و تبصرہ سے بھی جواب ہو گیا جس کے بعد کچھ کہنے کی اگرچہ ضرورت نہیں تاہم ''ترکی بہ ترکی'' کا فریضہ پورا کرتے ہوئے گزارشات سپرد قلم کی جارہی ہیں جن میں اعتراض ''قال الگکھڑوی'' اور جواب ''یقول السعیدی'' کے عنوان سے ہوگا جو حاضر ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ فاقول و باللہ اصول

قال الگکھڑوی

''مولوی عبدالسمیع صاحب نے اصولی طور پر یہ روایت تو صحیح تسلیم کر لی ہے ہاں البتہ اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ مجلس بے اصل قصہ گوئی کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کو پسند نہ آئی اور اس لئے انہوں نے اس کو بدعت اور ضلالت کہا۔ اور اس کا لفظ قاص ہے (ایک قصہ گو) اور ذکر اللہ کی توجیہ کی کہ ذکر ضمنی طور پر کبھی کبھی اثنائے قصہ گوئی میں ہوتا رہا مگر صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاویل نہایت رکیک اور سراسر باطل ہے'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو ﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

یقول السعیدی

سطور بالا میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علامہ عبدالسمیع رحمہ اللہ نے روایت ہذا کی صحت کو تسلیم نہیں فرمایا بلکہ بر تقدیر تسلیم صحت اس کی توجیہ پیش فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی پوری تقریر میں اس کے متعلق آپ کے ایسے صریح الفاظ قطعاً نہیں ہیں جن سے اسے صحیح کہا گیا ہو باقی قصہ گوئی کے ساتھ ''بے اصل'' کی قید کو بھی انہوں نے بے دلیل نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القول الجمیل سے استشہاد فرمایا ہے (عبارت گزر چکی ہے) جس کا گکھڑوی نے کوئی جواب نہیں دیا جو ان کا عجز ہے۔ پھر جب اس شخص کی ''بے اصل قصہ

گوئی'' ثابت ہوگئی تو ''قولو کذا و کذا'' سے اگر ذکر مراد ہے تو اس کا ضمنی طور پر کبھی کبھی اثنائے قصہ گوئی میں ہونا خود بہ خود ثابت ہوگیا لہٰذا گکھڑوی کا اس تاویل کو ''نہایت رکیک'' اور ''سراسر باطل'' کہنا سراسر ظلم اور سخت وشدید حق پوشی اور باطل کوشی ہے گکھڑوی پھر بھی نہ مانیں تو سنیں اس کی سند میں ''اسحٰق بن ابراہیم الدبری'' ہے جو عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے علامہ ذہبی نے فرمایا کہ وہ عبدالرزاق سے ''احادیث منکرہ'' لاتا ہے نیز وہ صاحب حدیث بھی نہیں جب کہ عبدالرزاق کی روایتیں خود گکھڑوی کے نزدیک خلاف اجماع، خلاف قرآن اور موضوع تک ہوتی ہیں اور ان کی کتاب ''مصنف'' طبقہ ثالثہ سے ہے جس کی اکثر احادیث عند الفقہاء لائق عمل نہیں۔ با حوالہ تفصیل روایت دارمی کی بحث میں گزر چکی ہے۔

قال الگکھڑوی

(گکھڑوی نے اس کے بعد تاویل مذکور کے نہایت رکیک اور سراسر باطل ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے)''اوّلاً اس لئے کہ جس روایت اور روایت کے جن الفاظ سے ان کو دھوکا ہوا ہے وہ یہ ہیں: **قاص یجلس با للیل ویقول للناس قولوا کذا و قولوا کذا**'' کہ ایک بیان کرنے والا رات کو بیٹھ جاتا اور لوگوں سے کہتا تم یہ کہو ﴿احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۲﴾ یہ روایت اور اس کے الفاظ صراحت کے ساتھ اس بات کو آشکار کرتے ہیں کہ وہ قاص لوگوں ہی سے کہلواتا تھا اور ان کو طریقہ بتلاتا تھا کہ تم یہ کہو، تم یہ کہو۔ اس روایت میں کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ وہ بے ہودہ اور لایعنی قصہ گوئی کرتا تھا اور درمیان میں کبھی لوگوں سے ذکر اللہ بھی کرواتا تھا بلکہ یہ ثابت ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ جملہ اہل مجلس کہتے جاتے تھے۔ اھ بلفظہٖ ﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

یقول السعیدی

روایت ہذا میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ محفل ذکر تھی بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ وہ مجلس وعظ تھی جس میں ایک واعظ رات کے وقت لوگوں کو بیان کرتا تھا۔ گکھڑوی خود بھی اسے ''ایک بیان کرنے والا'' لکھ کر اس کا اقرار کر گئے ہیں، نیز اس میں یہ بھی کہیں نہیں ہے کہ ''جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ اہل مجلس کہتے جاتے تھے'' ورنہ گکھڑوی اس روایت کے ان الفاظ کی نشاندہی کریں جن کا یہ ترجمہ ہو پس یہ اس روایت میں ان کا از خود اضافہ اور ملاوٹ ہے جو اہل علم کا شیوہ نہیں۔ باقی اس کی قصہ گوئی کا لایعنی ہونا نیز اس کے ضمن میں ذکر کا لانا یہ خود مضمون روایت سے واضح ہے لایعنی ہونے کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے اوپر ابھی گزری ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس میں لایعنی اور بے ہودہ ہونے کا کوئی عنصر نہ تھا تو اس شخص کو لفظ ''قاص'' سے ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے۔ کیا اس دور میں یہ لفظ خطبہ دینے والوں کے ساتھ مختص تھا۔ اگر ایسے ہے تو اکابر صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تو خطابات فرماتے تھے بلکہ خود حضور سرور کونین

صلی اللہ علیہ وسلم بھی لاجواب خطبات ارشاد فرماتے تھے تو یہ لفظ ان نفوس قدسیہ کے لئے کیوں نہیں استعمال کیا گیا؟ مزے کی بات یہ ہے کہ گکھڑوی کو بھی اپنی ایک اور کتاب میں اس سب کا اقرار ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ''حکم الذکر بالجہر'' میں لکھتے ہیں حضرت ملاعلی قاری الحنفی امام حسن بصری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''ان القصص بدعة'' قصے بیان کرنے بدعت ہے ﴿موضوعات کبریٰ﴾ آگے لکھا ہے:۔ حضرت امام بصری کے ارشاد میں کن قصوں کا تذکرہ ہے ان سے بے ثبوت اور بے سروپا قصے اور خودساختہ حکایتیں مراد ہیں جن کو عموماً واعظ اور غیر مستند لوگ بیان کرتے رہتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا اور ایسے ہی قصہ گو لوگوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے '' **سیکون بعدی قصاص لاینظر اللہ الیھم**'' میرے بعد قصے بیان کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر (شفقت) نہیں فرمائے گا ﴿الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۰۳ للسیوطی﴾ یہ روایت صحیح ہے اور ایسے قصہ گو لوگوں کو حضرات سلف صالحین مسجدوں سے نکال دیتے تھے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے امام ۔۔۔ حنفی لکھتے ہیں:'' **کانو یخرجونالقصاص من المسجد ۔۔۔ بدعت۔** حضرات سلف ایسے قصہ گو لوگوں کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے (عین الوہم ۹۴) مگر صد افسوس کہ آج کل اکثر لوگوں کو لطف ہی ان بے سروپا قصوں میں آتا ہے۔ (ملخصاً بلفظہٖ) ۱۰۹ تا ۱۱۱

پھر روایت میں لوگوں سے کہلوانے کا ذکر تو ہے مگر اس میں یہ لفظ قطعاً مذکور نہیں کہ جن کا یہ ترجمہ ہو کہ وہ ''انہیں طریقہ بتلاتا تھا''۔ یہ بھی گکھڑوی کی ایجاد بندہ ہے۔ پھر '' کذا و کذا'' اسماء کنایات سے ہے جو مبہم ہوتے ہیں۔ گکھڑوی کسی معتبر دلیل سے اس کا ابہام بھی دور نہیں کر سکے کہ وہ کہلواتا کیا تھا پس اس سے ان کی تقریب تام نہ ہوئی۔

ہم روایت دارمی کی بحث میں مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں کہ واعظ لوگوں سے ''سبحوا'' کہتا تھا یعنی کہو سبحان اللہ۔ لیکن اس سے واقعہ کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی اور واعظ کی مجلس واعظ کا ذکر ہو۔ ایک مان بھی لیا جائے تو گکھڑوی کے نزدیک امام عبدالرزاق کسی طرح لائق اعتماد نہیں۔ اب اگر وہ انہیں مان بھی لیں تو مضمون روایت خود ان کے خلاف ہوجاتا ہے کیونکہ ان کی جماعت کے بے شمار مقررین لوگوں سے سبحان اللہ سبحان اللہ اور پتہ نہیں کیا کیا کہلواتے ہیں بلکہ ان کی جماعت کے ایک معروف ذمہ دار مولانا (جو اس وقت آنجہانی ہو چکے ہیں) کا دوران بیان بات بات پر تکیہ کلام ہی یہی تھا کہ کہو سبحٰن اللہ جو اس حوالہ سے مزید مرکز توجہ بن جاتے تھے کہ وہ ''نونیے'' تھے یعنی ایک حادثہ کے باعث انکی بینی متاثر تھی جس کے ان کے کلام میں غنہ جات تھے۔ پھر طریقہ بتلانا بھی اگر جرم اور بدعت ہے تو یہ بھی خصوصیت کے ساتھ گکھڑوی کی رائیونڈی تبلیغی جماعت پر پورا پورا فٹ آتا ہے کہ وہ بھی چھوٹے بڑے اجتماعات میں لوگوں کو طریقے ہی بتلاتے اور لوگوں سے اعادہ کراتے ہیں۔

نیز یہ حقیقت تو مسخ نہیں کی جا سکتی کہ گکھڑوی جماعت کے مذہبی پروگراموں میں نعرۂ تکبیر بلند کئے جاتے ہیں جس کی شکل وصورت بعینہٖ وہی ہوتی ہے جس کی موصوف تردید فرما رہے ہیں کہ ایک کہتا ہے نعرۂ تکبیر۔ جب کہ سب حاضرین مل کر اور مساجد وغیرہا میں چیخ اور چلا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اللہ اکبر سے اجتماعی جواب دیتے ہیں اور ایسے ہی طرز پر اپنی جماعت اور مدعو خاص مقرر کے نام کے ''زندہ باد'' کے نعرے لگائے جاتے ہیں پس اس کی زد میں آتے ہیں تو پہلے نمبر پر وہ خود یا ان کی جماعت والے ہی آتے ہیں لہٰذا گکھڑوی اپنی یہ برکت اپنی جماعت ہی تک محدود رکھیں۔

اس ضمن میں گکھڑوی کی علمی پوزیشن بھی لائق دید ہے کہ وہ ''**قولوا کذا و قولوا کذا**'' کا ترجمہ دو مرتبہ اس طرح لکھ گئے کہ ''تم یہ کہو اور تم یہ کہو'' جو جہالت ہے کیونکہ ''**کذا**'' کا ترجمہ ''یہ'' صحیح نہیں کہ وہ اسم کنایہ ہے جو مقدار و عدد سے کنایہ ہوتا ہے یا بات سے کنایہ۔ بصورت اول وہ ''اس قدر'' اور ''اتنی'' یا ''اتنے'' کے معنیٰ میں آتا ہے اور بصورت ثانی ''ایسے'' اور ''یوں'' کے معنیٰ دیتا ہے۔ پس

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خلاصہ یہ کہ گکھڑوی نے حضرت علامہ رامپوری کی بیان کردہ تاویل کے رد میں پہلی وجہ بیان کی ہے وہ کسی طرح سے وقیع و وجیہ نہیں بلکہ قطعی طور پر ناقابل توجہ اور سخت مردود ہے جس سے یہ بھی اظہر من الشّمس ہو گیا ہے کہ الفاظ روایت سے حضرت علامہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دھوکا نہیں ہوا بلکہ گکھڑوی نے لوگوں کو جان بوجھ کر دھوکا دیا ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت ہذا کے حوالہ سے یہ حقائق ان کے پیش نظر نہیں تھے ورنہ ان کے حق میں جہالت کا قول لازم آئے گا پس جو آسان ہو اسی کو اختیار فرمالیں۔ ع مصلحت بین وکار آسان کن

قال الگکھڑوی

وثانیاً ہم نے مسند دارمی کی صحیح روایت سے یہ عرض کر دیا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ اللہ اکبر، سو سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو سو مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ ان کو پڑھواتا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے تھے اور ان کا اس اجتماعی رنگ میں ذکر کرنا ہی حضرت ابن مسعود کو ناگوار گزرا اور اسی کو انہوں نے بدعت ضلالہ اور بدعت عظمیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ صاحب انوار ساطعہ کا کہنا کہ ''انکار کرنا عروض ھیئت جدید کے سبب نہ تھا'' ان کی ذاتی اختراع اور ایجاد بندہ ہے جو کسی صورت میں قابل التفات نہیں ہے۔ مسند دارمی کا بعض مضمون مکرر ملاحظہ کر لیا جائے: **فوقف علیھم فقال ما ھذا الذی اراکم تصنعون قالو یا ابا عبدالرحمن حصا نعد بہ التکبیر و التھلیل و التسبیح قال فعدوا سیئاتکم** (حدیث)

حضرت عبداللہ مسعود ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے جو میں تم سے دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی کنیت تھی) ہم ان سنگریزوں پر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ شمار کرتے ہیں۔ فرمایا تو تم ان پر اپنے گناہ شمار کرو۔ ﴿مسند دارمی﴾

غور فرمایئے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ صاحب انوار ساطعہ کے اتباع ہی از راہ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے قصہ گوئی کو بدعت عظمیٰ سے تعبیر کیا یا سنگریزوں پر تکبیر وتہلیل اور تسبیح پڑھنے کو؟ اور یہ انکار عروض ہیئت جدیدہ کی وجہ سے تھا یا قصہ گوئی کی وجہ سے؟ اور ان لوگوں نے اپنا قصور سنگریزوں اور کنکریوں پر تکبیر وتہلیل اور تسبیح پڑھنا بیان کیا ہے یا قصہ گوئی سننا؟ اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے **فعدّو اسئیاتکم** ارشاد فرما کر تکبیر و تسبیح وغیرہ کے شمار کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فعل کو بدعت کہا ہے یا اس سے قصہ گوئی کا کنکریوں پر شمار کرنا مراد ہے؟ الغرض صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاویل سراسر مردود ہے۔ حضرت ابن مسعود کا انکار صرف عروض ہیئت جدیدہ کی وجہ سے تھا۔ اس کی طرف شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے اور اسی کو قاضی ابراہیم نے **بصفة لم تکن فی زمن الصحابه** سے تعبیر کیا اور یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابن مسعود کا انکار اس مخصوص ہیئت اور خاص کیفیت کے ساتھ اور متعین صفت کے ساتھ ذکر اللہ پر جمع ہونے کی وجہ سے تھا اور اسی کو انہوں نے بدعت ظلماء اور بدعت ضلالت فرمایا ہے۔ اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو ﴿راہ سنت ۱۲۵ ۱۲۶﴾

یقول السعیدی

گکھڑوی کی تقریر ہم نے پوری نقل کر دی ہے تا کہ ہمارے متعلق کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالا جا سکے کہ کیا خبر اس کی تمام شقوں کا مکمل جواب دیا گیا ہے یا نہیں اس لئے قارئین اعتراض و جواب کو کما حقہ بآسانی سمجھ سکیں پس جواباً عرض ہے کہ وجہ اول نیز اس سے قبل یہ امر مکمل با حوالہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ مبحث فیہ روایت کے حوالہ سے ''قاص'' بمعنی لا یعنی قصہ گو بھی موجہ ہے اور بلا دلیل نہیں لہٰذا صاحب انوار ساطعہ حضرت مولانا عبدالسمیع امدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ'' حضرت ابن مسعود کا انکار کرنا عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا''، نہ کوئی ان کی ذاتی اختراع ہے اور نہ ہی ایجاد بندہ ہے بناء علیہ انکی پیش کردہ تاٗویل بے بنیاد نہیں پس گکھڑوی کا یہ کہنا کہ ''صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاویل سراسر مردود ہے'' بذات خود فی الحقیقت واجب الرد ہے۔ مزید یہ کہ علامہ عبدالسمیع نے رحمہ اللہ نے روایت دارمی سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ ان کا تبصرہ روایت طبرانی اور عبدالرزاق کے بارے میں ہی ہے جو قیس بن حازم کے طریق سے مروی ہے جس میں ہے کہ ''قاص یجلس باللیل'' ایک قصہ گو رات میں مجلس لگاتا تھا خود گکھڑوی بھی وجہ اول میں اس کا اعتراف کر چکے ہیں لیکن وجہ ثانی

میں انہوں نے اس طرح سے تقریر کی ہے کہ جو لفظ دارمی کے نہیں ہیں انہوں نے انہیں اس انداز سے پیش کیا ہے کہ جیسے وہ روایت دارمی کا حصہ ہوں چنانچہ ''بدعت ظلماء'' کے لفظ طبرانی اور عبدالرزاق کے ہیں۔'' **بدعة ضلالة** '' کے الفاظ طبرانی کے ہیں (تفصیل مزعومہ متابعات کے جواب میں دیکھیں) جب کہ ''بدعت عظمیٰ'' کے لفظ گکھڑوی نے خود اقرار کیا ہے کہ ابن دقیق العید کے ہیں (راہ سنت ۱۲۴) مگر احکام الاحکام کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں طبرانی کے حوالہ سے ''بدعة ظلماء'' ہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔﴿ ۲۵۵ طبع ﴾ بہرحال اگر گکھڑوی روایت دارمی اور روایت طبرانی کو حقیقت میں ایک ہی سمجھتے ہیں تو '' قاص'' کے قصہ گوئی کے ضمن میں ذکر کرانے سے ان کا انکار باطل ہو گیا اور اگر دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں تو ان کا انہیں ایک کر کے پیش کرنا غلط ہوا۔ واضح رہے کہ '' قاص'' کا قصہ قیس بن ابی حازم کے علاوہ اسود بن ھلال سے بطریق عمرو بن سلمہ، عطاء بن سائب اور عمرو بن زرارہ (جنہوں نے اپنے متعلق کہا ''**و انا اقص فی المسجد**'' نیز عبداللہ بن اعز سے بھی مروی ہے جن میں مؤخر الذکر نے '' **یذکرھم** '' کے لفظ بولے باقی سب نے ''**ق ص ص** '' کا مادہ استعمال کیا (رواہ الطبرانی وبعضہا عبدالرزاق) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عنوان: ''مزعومہ متابعات سے جواب''۔

رہی روایت دارمی تو ہم اس پر مفصل کلام کر کے نہایت ٹھوس اور وزنی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ روایۃً درایۃً کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے، ہو بھی تو اس کے کئی مندرجات خود گکھڑوی کے خصوصیت کے ساتھ ھیئت کذائیہ کے متعلق ان کے موقف کے خلاف ہیں نیز یہ کہ منع کی بنیاد ھیئت کذائیہ نہیں ہے۔ تفصیل ادھر ملاحظہ کریں۔

اسی طرح ابن دقیق العید نیز قاضی ابراہیم (صاحب مجالس الابرار) کی عبارتوں سے بھی مفصل جواب دے چکے ہیں لیکن موصوف کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہیں پس ان کے اتباع ہی ان کی منت سماجت کر کے انہیں ادب سے سمجھائیں۔ رہا ان کا روایت دارمی کو صحیح قرار دینا؟ تو یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے جس میں ان کا سلف نہیں ہے۔ نہ مانیں تو حدیث صحیح کی مکمل مانع تعریف تاکہ منصف مزاج اہل علم اسے اس روایت کی سند اور متن پر چسپاں کر کے خود فیصلہ کر سکیں یہی وجہ ہے کہ ائمہ شان میں کسی کا فیصلہ پیش کرنے کی بجائے گکھڑوی نے انتہائی چستی کے ساتھ نقل کردہ حوالہ سے متصلاً لکھ دیا ہے ''**قلت بسند صحیح**'' جو خلاف اصول ہونے کے باعث ناقابل قبول ہے بھلا ائمہ شان کے نزدیک جس روایت کے راوی لیس بشیئ، غیر مرضی اور نص وسارق الحدیث اور حدیث کے چور ہوں تو وہ صحیح کیونکر ہو سکتی ہے اس سب کی تفصیل روایت دارمی کے جواب میں گزر چکی ہے۔ **فلیلاحظ ذٰلك هناك**

گکھڑوی نے اس مقام پر نقل کردہ الفاظ روایت دارمی کے بارے میں جو یہ کہا کہ ''مسند دارمی کا بعض مضمون مکرر ملاحظہ کر لیا جائے'' لطیفہ سے کم نہیں کیونکہ پہلے بھی انہوں نے یہ روایت ادھوری نقل کی ہے بعض کی بات تو تب درست ہوتی

کی جب انہوں نے اسے سابق میں مکمل نقل کیا ہوتا جب کہ نقل کردہ یہ الفاظ وہ پہلے لائے ہی نہیں پس ان کا اسے ''مکرر'' کہنا مکرر لطیفہ ہے۔

ع ''ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے''؟ پہلا مصرعہ اس طرح ہے: ع ''خامہ انگشت بدانداں ہے اسے کیا کہیے؟''

اب گکھڑوی کی تیسری اور آخری وجہ ملاحظہ کیجیے اور اس پر ہمارا تبصرہ بھی۔

قال الگکھڑوی

''وثالثاً لفظ قاص کے معنیٰ لغت عربی میں بیان کرنے والا ہے عام اس سے کہ اچھی بات بیان کرے یا بری۔ ہاں عرف میں قاص، قصہ گو کو کہتے ہیں عام اس سے ہو وہ اچھے قصے بیان کرے یا برے۔ لفظ قاص سے علی التعیین قصہ گو مراد لینا عجیب منطق ہے۔ صاحب انور ساطعہ قرآن کریم میں یقص الحق، یا فاقصص القصص اور قص علیہ القصص وغیرہ کی طرف دھیان کرتے تو تو ہرگز ٹھوکر نہ کھاتے'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔﴿راہ سنت ۱۲۶، ۱۲۷﴾

یقول السعیدی

''قاص'' کو از روئے لغت عربی بالحصر ''بیان کرنے والا'' کے معنیٰ میں لینا درست نہیں جیسا کہ گکھڑوی کے طرز بیان سے مترشح ہو رہا ہے بلکہ اس کے اور بھی معانی ہوتے ہیں ''ق ص ص'' کا مادہ کاٹنے کا معنیٰ بھی دیتا ہے۔ بعض روایات میں ہے ''قصوا الشوارب'' جس کا یہ معنیٰ نہیں کہ موچھیں بیان کرو بلکہ اس کا معنیٰ ہے موچھیں کاٹو رواہ الطبرانی عن الحکم بن عمر﴿الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۶﴾ نیز ایک اور روایت میں ہے۔ ''قصوا اظافیرکم'' یعنی اپنے ناخن کاٹو (یہ نہیں کہ اپنے ناخن بیان کرو) رواہ الحکیم عن عبداللہ بن بسر (الجامع الصغیر ج۲ ص۸۶) ہاں اگر ان کی مراد خاص وہ لفظ قاص ہو جس کا ماٴخذ قَصَّ نہیں بلکہ قصص ہے تو کچھ گنجائش رکھتا ہے لیکن ہم نے تو یہاں گکھڑوی کے ضعف کی نشاندہی کرنی تھی جو ان کے سقم فی العلم کی دلیل ہے۔ لیکن اگر وہ حصر پر ہی مصر ہوں تو مسئلہ کا فیصلہ جلد ہی ہو جاتا ہے کیونکہ جب انہیں تسلیم ہے کہ قاص کا معنیٰ ''بری بات یا برے قصے بیان کرنے والا'' بھی وضع اور عرف سے ثابت و معروف ہے تو اس سے انہوں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ حدیث مبحث فیہ میں یہ معنیٰ بھی متحمل ہیں پھر جب علامہ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حسب دعویٰ قرائن اور دلائل سے اس احتمال کو ثابت کر دیا ہے جب کہ ہیئت کذائیہ کا منع کی بنیاد ہونا ثابت نہیں ہے تو اس معنیٰ کا راجح ہونا لازم آیا۔ علاوہ ازیں اگر ''قاص'' کے بیان میں خلاف شرع بات نہیں تھی تو حضرت ابن مسعود کا سے ڈانٹنا اور بروایت دیگر حاضرین کو منتشر کر دینا یا بھگا دینا چہ معنیٰ دارد؟ اس کے باوجود بھی گکھڑوی کا بے اصل قصہ گو کے معنیٰ کو ''عجیب منطق'' سے تعبیر کرنا ان کی بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ٹھوکر کس نے کھائی؟ گکھڑوی یہاں ''علی

التعیین''، کو ''علی التعین'' کہ گئے ہیں جو اگر غلط الکتاب نہیں رومزید ان کی بوالعجبی ہے۔

ع ہے گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

باقی رہا ان کا قرآنی الفاظ کو پیش کرنا؟ تو یہ قطعاً بے جا ہے کیونکہ بحث قرآنی آیات کے بارے میں نہیں بلکہ ایک روایت کے متعلق ہے جس میں لفظ ''قاص'' (یا اس کا مادّہ خاص) وارد ہے جس سے عُرف کا (لغت کی نسبت) زیادہ تعلق ہے۔ اور یہ بالکل ایسے ہے کہ جب گکھڑوی جماعت (اپنے بزرگان گنگوہی، مفتی عزیز، محمود الحسن، اور تھانوی وغیرھم کے متفقہ فیصلے کے برخلاف) قرآن مجید میں ضاد کو ظاد پڑھتے ہیں مثلاً ''**غیر المغضوب علیھم و لا الضالّین**'' کو ''**غیر المغظوب علیھم و لا الظالّین**'' اور ان سے ان کی دلیل پوچھی جاتی ہے رو وہ بڑی پھرتی سے یہ کہ کر گزر جاتے ہیں کہ آخر تم بھی وُضُو اور رَوضہ وَغیرھما کے الفاظ میں 'ض' کی بجائے 'ظ' پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہاں بحث قرآن میں اس حرف کی ادائیگی کی ہے غیر قرآن میں نہیں جسے مبحث فیہ میں غیر قرآن میں وارد لفظ قاصّ کی ہے قرآن میں نہیں۔ **فیا للعجب الضیعة العلم و الادب**۔ علاوہ ازیں ''**یقص الحق**'' میں حق کی قید موجود ہے جس سے ناحق خارج ہو گیا۔ فاقصص القصص اور قص علیہ القصص کے الفاظ میں لفظ القصص پر الف لاعہدی ہے جو حسب سیاق وسباق متعین پر دلالت کر رہا ہے پس گکھڑوی سے تو امید نہیں ہے ان کے اتباع ہی توجہ کریں کہ ٹھوکر کس نے کھائی ہے، خیر سے خود ما بدولت (گکھڑوی) نے یا معاذ اللہ علامہ فہامہ مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ نے؟

سچ ہے ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

خلاصہ یہ کہ پیش کردہ روایت، روایۃً ودراۃً کسی طرح صحیح نہیں بناءً علیہ وہابیہ کے مؤقف کا ثبوت بننے کی قطعاً صالح نہیں بلکہ بوجوہ خود ان کے خلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود کی ایک اور روایت

نوٹ

واضح رہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی مزید ایک اور روایت بھی کتب فقہ کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے جسے گکھڑوی نے بھی بڑی شدومد سے پیش کیا ہے کہ انہوں نے بلند آواز کے ساتھ مسجد میں جہر کے ساتھ درود شریف پڑھنے والے کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا میرے نزدیک تم بدعتی ہو۔ ﴿راہِ سنّت ۱۲۷﴾

اس کا مکمل و مفصل جواب (بما لا مزید علیہ بفضلہ تعالیٰ) مصباح سنت حصہ پنجم میں لکھ دیا گیا ہے دلچسپی رکھنے والے

حضرات اسے ادھر ملاحظہ فرمائیں۔

هذا واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

و الصلوٰة والسلام علیٰ سیّد المرسلین سیدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰله و صحبہٖ وتبعہٖ اجمعین۔

کتبہ الفقیر عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہٖ مفتی جامعہ غوث اعظم

رحیم یارخان

(۴، رجب المرجب ۱۴۳۲ھ مطابق ۷ جون ۲۰۱۱ء بروز ایمان افرز و باطل سوز دوشنبہ مبارکہ)